رضی اللہ عنہ

شانِ امیر معاویہ

و

ممانعت تصویر جاندار

تحریر

حضرت مولانا ابو محمد دیدار علی شاہ الوری ثم لاہوری

رضا اکیڈمی لاہور

تَنْوِیْرُ الْعَیْنَیْنِ عَنْ غِشَاوَۃِ التَّصَاوِیْرِ وَتَوْہِیْنِ الْاَمِیْرَیْنِ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شانِ امیر معاویہ

و

ممانعتِ تصویرِ جاندار

تحریر

امام المحدثین امام اہل سنت حضرت مولانا ابو محمد محمد دیدار علی شاہ الوری ثم لاہوری

رحمہ اللہ تعالیٰ

سابق امیر مرکزی حزب الاحناف، لاہور

ناشر

رضا اکیڈمی، لاہور

سلسلہ کتب 227

نام کتاب: .... شانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ و ممانعت تصویر جاندار

مصنف: .... امام المحدثین مولانا علامہ سید ابو محمد محمد دیدار علی شاہ
محدث الوری ثم لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ

تحریک و ترتیب: .... محمد عبدالحکیم شرف قادری جامعہ اسلامیہ، لاہور

تصحیح: .... حافظ محمد شاہد اقبال دار العلوم انجمن نعمانیہ، لاہور

اشاعت ثانی: .... ذوالقعدہ ۱۴۲۵ھ / جنوری 2005ء

صفحات: 48

ناشر: .... رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) لاہور

ہدیہ: .... دعائے خیر بحق معاونین رضا اکیڈمی

مطبع: .... احمد سجاد آرٹ پریس، لاہور فون 7357159

نوٹ

بیرون جات کے حضرات بیس روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر
طلب فرمائیں

رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ)

محبوب روڈ۔ رضا چوک۔ مسجد رضا۔ چاہ میراں فون: 7650440
لاہور نمبر ۳۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

اظہارِ واقعہ

جب کہ حضرت مخدوم العصر، وحید الدہر، حجۃ الاسلام، امام اہل سنت، ماحی بدعت، قبلہ و کعبہ، والد ماجد، مولانا مولوی سید حاجی ابو محمد محمد دیدار علی شاہ صاحب امیر مرکزی انجمن حزب الاحناف، ہند، لاہور انجمن نعمانیہ میں بعہدہ صدر مدرس رونق افروز تھے جس کو تقریباً آج سولہ سترہ برس گزرتے ہیں، ایک مضمون اخبار ''الہلال'' میں حضرت ممدوح نے ملاحظہ فرمایا جو ابوالکلام آزاد صاحب کی طرف منسوب تھا۔ اس میں سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تاریخی واقعات سے سخت سخت ناگفتہ بہ الزامات تھے اور روانی تحریر میں لکھتے لکھتے آزاد صاحب نے اس مضمون کو یہ کہہ کر قوت دی تھی کہ ہم کہاں تک تاریخ پر پانی پھیریں؟

حضرت ممدوح نے بغرض ہدایت و تذکیر آزاد صاحب کو یہ مضمون لکھ کر روانہ کیا اور اس میں بتایا کہ اگر آپ قرآن کریم و احادیث کو تاریخ سے مقدم مانتے ہیں تو لامحالہ ہر اس تاریخی خبر پر پانی پھیریں گے جو قرآن و حدیث کے خلاف ہوگی اور قبل دلائل براءت امیر تحریر فرمانے کے خود آزاد صاحب کو متنبہ کیا تھا کہ آپ آیات قرآنی کے ساتھ تصاویر جو بھرتے چلے جا رہے ہیں، کیا یہ شریعت مطہرہ کے نزدیک جائز ہے؟ مانا کہ آپ آزاد اور ابوالکلام ہیں، مگر ایسی بھی کیا آزادی کہ جس چیز سے اسلام اور بانی اسلام اس قدر نفرت کریں کہ علی الاعلان فرمائیں:

لَاتَدْخُلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ بَیْتًا فِیْہِ کَلْبٌ اَوْ تَصَاوِیْرُ

''فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصاویر ہوں۔''

اسے آپ انہیں فرمان اور قرآن کے ساتھ ساتھ اپنے جریدہ میں شائع کریں اور تصویر فروشی کا بھی خیال دل میں نہ لائیں۔

مگر چونکہ اس زمانہ میں وہ پرچہ کسی وجہ سے ضبط ہو گیا۔ الہلال میں شائع نہ ہو سکا۔

لیکن اراکین انجمن نعمانیہ نے اسے اپنے ماہواری رسالہ میں طبع کرا دیا تھا۔ چونکہ وہ اشاعت محدود اور بغایت محدود تھی، کسی کے پاس پہنچا، کہیں نہ پہنچا۔ اب جبکہ اراکین بزم تنظیم نے اس

مضمون کو دیکھا تو ضرورتِ وقت کے لحاظ سے اس کی اشاعت کو مفید سمجھا، لہذا نذرِ ناظرین ہے۔

اشاعتِ سابقہ اور موجودہ میں صرف اتنا تبدل و تغیر ہے کہ اس وقت بصورت خط آزاد صاحب کو لکھا گیا تھا۔ اب بصورت رسالہ طبع ہوا ہے۔

امید ہے کہ ناظرین رسالہ کو اول سے اخیر تک ملاحظہ فرما کر فیصلہ کریں گے کہ جو لوگ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں محض تاریخ کی بنا پر اوندھی سیدھی ہانک دیتے ہیں۔ وہ کہاں تک حق بجانب ہیں اور جو لوگ اپنے مکانوں کو تصاویر سے مزین رکھتے ہیں، وہ کس حد تک اتباع سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کر رہے ہیں؟ وما علینا الا البلاغ۔

فقیر قادری ابوالحسنات سید محمد احمد عفی عنہ

خطیب مسجد وزیر خان، لاہور

نوٹ:۔ حضرت امام المحدثین مولانا سید ابو محمد محمد دیدار علی شاہ الوری رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۹۱۷ء میں لاہور سے آگرہ تشریف لے گئے تھے، اس سے پہلے وہ دار العلوم انجمن نعمانیہ، لاہور میں تدریس فرماتے رہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تحریر آج سے ۸۸ سال پہلے کی ہے، تاہم اس کی افادیت آج بھی برقرار ہے، اس لئے اسے رضا اکیڈمی، لاہور کی طرف سے شائع کیا جا رہا ہے، یہ قیمتی اور نایاب رسالہ اپنے ذخیرۂ کتب سے فراہم کرنے پر اراکین رضا اکیڈمی، شیخ القرآن مولانا علامہ علی احمد سندیلوی مدظلہ کے شکر گزار ہیں، مولائے کریم جل مجدہ العظیم انہیں اور اراکین رضا اکیڈمی کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

یاد رہے کہ حضرت امام المحدثین رحمہ اللہ تعالیٰ کا مزار قدیم حزب الاحناف، واقع چنگڑ محلہ اندرون دہلی دروازہ، لاہور میں ہے، حضرت غازیٔ کشمیر مولانا علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری اور مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمہما اللہ تعالیٰ آپ کے نامور فرزندانِ گرامی تھے۔

۱۸ر شوال ۱۴۲۵ھ

محمد عبد الحکیم شرف قادری

یکم دسمبر ۲۰۰۴ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

آج دنیا میں بڑے بڑے عالم، واعظ، ایڈیٹر، دین کے فدائی، اسلام کے شیدائی اپنی تقاریر میں نہایت دردمند لہجہ میں حمایتِ اسلام کی دعوت دے رہے ہیں اور خود امدادِ اسلام پر کمربستہ نظر آتے ہیں، اور پھر یہ ماتم ایک شہر ایک قریہ میں نہیں۔ بلکہ اغیار کے تشدد و مظالم کا مرثیہ گھر گھر میں پڑھا جا رہا ہے۔ ہر واعظ، لیکچرار، لیڈر، مُبلّغ یہی سنا رہا ہے کہ ہم غایتِ انحطاط میں آگئے ہیں۔ ہر طرف سے یہی صدا ہے کہ مسلمانو! ہوش میں آؤ۔ اب تمہاری ذلت و رسوائی حد کو پہنچ گئی۔ مگر آج تک کوئی یہ نہیں بتاتا کہ ہماری ذلت و رسوائی، ہماری خواری و بربادی اس درجہ پر پہنچ جانے کے باوجود ہم سب کس حق سے مدعی ایمان ہیں؟ جبکہ قرآن کریم میں صاف اور صریح لفظوں میں ارشاد ہے: وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔ یعنی تم ہمیشہ بلند و بالا دست ہو گے، اگر تم مومن رہے۔

آج ہم اس کے برعکس دیکھ رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہم جس قدر ترقی و ارتقاء کی جدوجہد کرتے ہیں۔ اسی قدر قعرِ مذلّت میں پڑ رہے ہیں۔ اغیار ترقی دنیاوی میں ہم سے دور چلے گئے۔ اور ہم ہیں کہ بجائے ترقی کے دن بدن دینی و دنیوی ارتقاء میں پست ہوئے جا رہے ہیں۔ اس صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہمارے عوام و خواص مومن نہیں رہے۔ اور ان کا دعوٰیٔ ایمانی غلط ہے؟ اس کے جواب میں اگر میرا خیال غلطی نہیں کرتا تو کہوں گا اور صاف کہوں گا، کہ اگرچہ ہم مومن ہیں اور یقیناً مومن ہیں، مگر چونکہ حبلِ متین شریعتِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء ہمارے ہاتھ سے چھوٹ گئی ہے۔ اس وجہ سے ایمان کامل ہم میں نہیں رہا۔

اور اس کا سبب یہی نظر آتا ہے کہ بعض آمر بالمعروف و ناہی عن المنکر افراد نے

احکامِ شرعی کی دعوت تو بدستور جاری رکھی مگر خود عامل نہ رہے، اور جو عامل آمر ہیں، ان کی طرف سے عوام میں وہ بدظنی پھیلادی کہ ان کی آواز کے لئے عوام کے پاس گوشِ قبول نہ رہے۔ اور وہ اپنی خواہشات کے پیرو ہوگئے، اسی وجہ میں ہم پر ذلت وادبار کی گھٹائیں چھا گئیں۔ ہر سمت سے ہم پر دشمنانِ اسلام کی یورشیں ہونے لگ گئیں۔ ورنہ ہم ہی مسلمان ایک دن وہ تھے کہ دشمن کے دل میں ہمارا وقار اور ہمارا رعب تھا۔ ہماری عزت وحرمت کی جاتی تھی۔

چنانچہ ابوالکلام آزاد صاحب جیسے مدعی حمایت اسلام کا اخبار ''الہلال'' ۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ روز چہارشنبہ جب میری نظر سے گزرا تو جو میرا خیال تھا یقین کی حد تک پہنچ گیا۔ چنانچہ الہلال کے ٹائیٹل پر تو آیت مذکورہ: وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔ درج تھی اور اندر صفحہ ۳ سے صفحہ ۷ تک ایک مضمون بعنوان امر بالمعروف اور نہی عن المنکر درج تھا اور نہایت پرجوش طرز میں لکھتے لکھتے لکھنا شروع کیا کہ:

''امم قدیمہ کی گمراہی کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ یہ فرض امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہمیشہ علماء ورؤساء دین کے قبضۂ اقتدار میں رہا۔ اسی لئے جب تک وہ خود حق پر قائم رہے، ہدایت قائم رہی اور جب وہ گمراہ ہوگئے تو قوم بھی برباد ہوگئی۔ اسلام نے اس مرض کا یہ علاج تجویز کیا کہ امر بالمعروف ہر فرد امت کا فرض قرار دیا۔ اور اس کی پوری ذمہ داری قوم پر پھیلادی، یعنی ہر مومن جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا اقرار کرتا ہے، بمجرد اقرار اس کا عہد کرلیتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کو قیامِ حق اور انسداد باطل کا ذمہ دار سمجھے گا۔

اور لطف یہ کہ خود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذمہ دار ہو کر اپنی ذات کے لئے عامل نہیں، چنانچہ میں نے ایک مضمون آزاد صاحب کو اس طرح لکھا اور بتایا کہ آپ کے اس مضمون سے میں بہت خوش ہوا۔ مگر باوجود اعتراف ہیچمیرزی وہیچدانی چونکہ میں بھی

ایک فرد امت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں، بایں وجہ کیا میرا یہ فرض نہیں کہ آپ جیسے شیدائیانِ قوم ومعاونین اسلام سے جو منکرات بصورت معروف ظہور میں آرہے ہیں۔ اگر انسداد نہ کرسکوں تو متنبہ بھی نہ کروں۔ اگرچہ میں کچھ نہ ہی بقول کسے:

صوفی ہوں، نہ رند ہوں، نہ واعظ۔ مگر دلدادۂ نام مصطفےٰ ہوں۔

اور پھر اگر میری تحریر وتحقیق میں کوئی خطا ہو تو اس سے مجھے مطلع کرنا، نہ صرف آپ کا فرض ہے۔ بلکہ ہر فرد مومن پر لازم وضروری ہے۔ اور میرے خیال میں کسی کی غلطی پر کسی کو مطلع کردینا گناہ نہیں۔ بلکہ بموجب حدیث صحیح مسلم شریف جو آپ نے الہلال مذکورہ کے صفحہ ۶ پر نقل کی ہے ''کوئی بھی مسلمان اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے سکوت کرے گا تو ضعیف الایمان کہلائے گا'' اور بموجب حدیث ترمذی شریف جو حضرت حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔ ''مردود الدعاء اور مستحق عذاب ہوگا۔'' چنانچہ مشکوٰۃ شریف مطبوعہ مجتبائی پریس دہلی کے صفحہ ۳۵۶ پر اس طرح موجود ہے۔

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ
لَتَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَلَیُوْشِكَنَّ اللّٰهُ اَنْ
یَّبْعَثَ عَلَیْكُمْ عَذَابًا مِّنْ عِنْدِهٖ ثُمَّ لَتَدْعُنَّهٗ وَلَا یُسْتَجَابُ لَكُمْ۔

(ترجمہ:) حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات مقدس کی جس کے ید قدرت میں میری جان ہے، البتہ! تم حکم کرتے رہو بھلی (اچھی) بات کا اور منع کرتے رہو بری بات سے، ورنہ قریب ہے کہ بھیجے گا اللہ جل وعلا وتبارک وتعالیٰ تم پر اپنی طرف سے ایسا عذاب کہ پھر دعا مانگو گے اور قبول نہ ہوگی۔

اب غور کر لیجئے کہ ہم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چونکہ چھوڑ دیا، یہی وجہ ہے کہ آج ہم پر وہ عذاب بصورت حملۂ مخالفین آرہے ہیں، اور باآنکہ ہم ان حملہ کنندگان کے مٹنے کی دعائیں کررہے ہیں، مگر وہ نہیں مٹتے۔ فرمایئے کیا باعث ہے؟ یہی نا کہ آج بے

سوچے آپ جیسے آمر بالمعروف نے کہہ دیا کہ مطلقاً ہر فرد امت بلا حصول شعور امور دین امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مستحق ہے۔ جس کے صریح معنی یہ ہوئے کہ علماء دین اور کتب مدوّنہ محققین سب بیکار ہیں۔ یہ تحریک چونکہ خلاف قرآن حکیم ہے، لہٰذا میرا فرض ہے کہ میں آپ کو متنبہ کروں کہ پہلے قرآن کریم کا مطالعہ فرمائیں، پھر خامہ فرسائی کیلئے اسلام میں آئیں، ملاحظہ ہو۔ ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ۔

(ترجمہ:) اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہوا کہ اُن کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کرے اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائے اس امید پر کہ وہ بچیں۔

جس کا صاف مفہوم یہ ہے کہ تمام مومنین تو جمع ہو کر فقاہت حاصل کرنے کو سفر نہیں کر سکتے۔ مگر ایک جماعت فقاہت حاصل کر کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کی مجاز ہو سکتی ہے، تعجب ہے، جس منصب کو جناب سبب گمراہی بتا رہے ہیں، قرآن کریم اس کا حکم فرما رہا ہے اور پھر نہ صرف ایک جگہ ارشاد ہے، بلکہ متعدد مقامات پر قرآن کریم یہی کہہ رہا ہے۔ چنانچہ دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

یعنی اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائے اور اچھی بات کا حکم کرے اور بری بات سے روکے اور یہی گروہ مراد کو پہنچے۔

اس سے بھی وہی مدعا ظاہر ہے کہ مسلمانوں میں ایک جماعت آمر بالمعروف اور ناہی عن المنکر ہونی چاہیے، تاکہ سب لوگ اس کے متبع ہو کر، اُس سے سیکھ کر، آپس میں ایک دوسرے کو سنائیں، سکھائیں۔

مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ فتح الرحمن میں اس آیہ کریمہ کے ماتحت فرماتے ہیں:

''یعنی واجب بالکفایہ است کہ جمیع بامر معروف ونہی عن المنکر قیام نماید''

(واجب بالکفایہ ہے کہ سب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ساتھ قائم ہوں)

بنا براین واضح ولائح ہو گیا کہ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ سے مراد زمرۂ علماء ہے اور اگر کل امت بھی مراد لی جائے تو خیر امت سے مراد وہی مسلمان ہو سکیں گے جو بموجب احادیث صحیحہ سواد اعظم کے اندر ہیں، وہ ہرگز نہیں جو سواد اعظم سے نکل کر ''شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ'' (جو سواد اعظم سے جدا ہوا وہ آگ میں ڈالا جائے گا) ہو گئے، چنانچہ اس بحث کو تقریباً ساٹھ آیات واحادیث سے ہم نے اپنی کتاب مختصر المیزان میں نہایت وضاحت کے ساتھ لکھا ہے، من شاء فلینظر۔

علاوہ برایں آیہ متلوہ کے آگے جو مضمون ہے وہ بھی ہمارے دعوے کی تائید کر رہا ہے۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ۔ یعنی اور ان جیسے نہ ہونا جو آپس میں پھٹ گئے اور ان میں پھوٹ پڑ گئی بعد اس کے کہ روشن نشانیاں انہیں آچکی تھیں۔

مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ بھی فتح الرحمن میں اس آیہ کریمہ کے نیچے لکھتے ہیں:

یعنی تفرق در اصول دین حرام است کہ جمعے معتزلی باشند و جمعے شیعہ وعلی ہذا القیاس۔

(یعنی اصول دین میں فرقوں میں بٹ جانا حرام ہے، اس طرح کہ ایک جماعت معتزلی ہو اور ایک جماعت شیعہ ہو، اسی طرح دوسرے فرقے)

پھر کیا اب بھی آزاد صاحب کی یہ تحریر صحیح مانی جا سکتی ہے کہ امم سابقہ کی گمراہی کا یہ سبب تھا کہ یہ فرض امر بالمعروف ونہی عن المنکر وابستۂ علماء ورؤسائے دین رہا، اور اس امت میں اس فرض کو وابستۂ علماء نہیں رکھا۔ اگر میرا خیال غلطی نہیں کرتا تو یقیناً آزاد صاحب کو بھی اس تحقیق کے سمجھ لینے کے بعد اپنی غلطی تسلیم کرنی پڑے گی، اور ماننا پڑے گا کہ جس طرح امم سابقہ میں یہ فرض وابستۂ علما تھا۔ اسی طرح امت مرحومہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم میں بھی یہ فرض وابستۂ علماء ورؤساء دین رہا ہے۔ لیکن جیسے زمانۂ ماضیہ میں عوام علماء حق گو کے دشمن ہو جایا کرتے تھے۔ ایسا ہی اب بھی بے دینی کی طرف مائل ہو جانے کی وجہ سے تحصیل علم دین سے تنفر پیدا ہو چلا ہے۔ علماء قدیم مرتے جارہے ہیں۔ جدید پیدا ہونے کم ہو گئے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا طلب، جاہ پسند، نیم مولوی، مسٹر اور ایل۔ ایل۔ بی، مولانا بن بن کر قوم کے سامنے دین کے شیدائی اور ایمان کے مجسمہ بننے لگ گئے۔ اسٹیجوں پر کھڑے ہو کر فرزند توحید اور فداءِ اسلام ہونے کے مدعی ہوئے، جہلاء ان کے پیرو بنے۔ وہ طمع دنیاوی میں پڑے ہوئے حق چھپا کر قرآن وحدیث کے معنی میں ویسی ہی تحریفیں کرنے لگے، جیسے کہ توراۃ وانجیل میں کی گئیں۔

علماء حق گو نے جب ان کی عیاریاں، مکاریاں، بے دینیاں عوام کے سامنے پیش کیں۔ عوام کالانعام میں بدظنی بڑھی اور اتنی بڑھی کہ دونوں طرف سے بدظن ہو کر نہ اُدھر کے رہے نہ ادھر کے۔ یہود میں تو آج علماء حق گو مفقود ہو گئے اور اگر ایک دو، رہے بھی تو بیان حق سے مجبور۔ البتہ! نصاریٰ میں تھے اور انہیں کا طفیل تھا کہ اکثر نصاریٰ خصوصاً حبشہ والے مع بادشاہ کے بے دینی سے بچ گئے اور شرفِ اسلام سے مشرف ہو گئے اور قرآن پاک نے ان کی تعریف فرمائی ہے:

۔ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّالنَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِیْنَ آمَنُوْا الْیَھُوْدَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَھُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِیْنَ آمَنُوْا الَّذِیْنَ قَالُوْآ اِنَّا نَصَارٰی ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْھُمْ قِسِّیْسِیْنَ وَرُھْبَانًا وَّاَنَّھُمْ لَایَسْتَکْبِرُوْنَ وَاِذَا سَمِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ تَرٰی اَعْیُنَھُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰھِدِیْنَ وَمَالَنَا لَانُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَمَاجَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ اَنْ یُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِیْنَ

(المائدہ:۸۴_۸۲)

ضرور تم مسلمانوں کا سب سے بڑھ کر دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ

گے اور ضرور تم مسلمانوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان کو پاؤ گے جو کہتے تھے ہم نصاریٰ ہیں، یہ اس لئے کہ ان میں عالم اور درویش ہیں اور یہ غرور نہیں کرتے۔ اور جب سنتے ہیں وہ جو رسول کی طرف اترا، تو ان کی آنکھیں دیکھو کہ آنسوؤں سے ابل رہی ہیں، اس لئے کہ وہ حق کو پہچان گئے۔ کہتے ہیں کہ اے رب ہمارے! ہم ایمان لائے تو ہمیں حق کے گواہوں میں لکھ لے اور ہمیں کیا ہوا کہ ہم ایمان نہ لائیں اللہ پر اور اس حق پر کہ ہمارے پاس آیا اور ہم طمع کرتے ہیں کہ ہمیں ہمارا رب نیک لوگوں کے ساتھ داخل کرے۔

اور جو نصاریٰ نام نہاد نصاریٰ ہیں اپنے علماء حق گو کے مثل یہود دشمن رہے، وہ طلب جاہ وجلال میں دین کو تباہ کر بیٹھے۔ چنانچہ ان دونوں فریق کے متعلق قرآن پاک میں صاف تصریح فرمائی گئی:

لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ۔ (المائدہ:۵/ ۷۸)

یعنی لعنت کئے گئے وہ جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں داؤد اور عیسیٰ کی زبان پر، یہ بدلا ہے ان کی نافرمانی اور سرکشی کا۔

دوسری جگہ مطلقاً فرمایا:

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ۔

یعنی اور وہ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ دوزخ والے ہیں۔

اور سرکار ابد قرار مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت مفصل طریق سے اس طرح فرمایا۔ سنن ابی داؤد اور ترمذی شریف سے صاحب مشکوٰۃ نقل فرماتے ہیں:

''عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا وَقَعَتْ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ فِی الْمَعَاصِیْ نَھَتْھُمْ عُلَمَاءُ ھُمْ

فَلَمْ يَنْتَهُوْا فَجَالَسُوْهُمْ فِىْ مَجَالِسِهِمْ فَآكَلُوْهُمْ وَشَارَبُوْهُمْ
فَضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ فَلَعَنَهُمْ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ
وَعِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ ذَالِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ فَجَلَسَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَقَالَ لَا، وَالَّذِىْ
نَفْسِىْ بِيَدِهٖ حَتّٰى تَاطِرُوْهُمْ اَطْرًا وَفِىْ رِوَايَةٍ قَالَ كَلَّا وَاللّٰهِ
لَتَاْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَلَتَاْخُذُنَّ يَدَى
الظَّالِمِ وَلَتَاطُرُنَّهٗ عَلَى الْحَقِّ اَطْرًا وَلَتَقْصُرُنَّهٗ عَلَى الْحَقِّ قَصْرًا
وَلَيَضْرِبَنَّ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ثُمَّ لَيَلْعَنُكُمْ كَمَا لَعَنَهُمْ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ تعالیٰ وسلم نے فرمایا: جب بنی اسرائیل گناہوں میں پڑے۔ ان کے علماء نے منع کیا مگر باز نہ آئے، آخر علماء بھی انہیں کے ساتھ ہم پیالہ وہم نوالہ ہوگئے۔ آخرش ان عالموں کے دل بھی اللہ تعالیٰ نے ویسے ہی کردئے جیسے کہ ان کی قوم کے تھے، پھر اللہ جل وعلا وتبارک وتعالیٰ نے اُن پر بواسطۂ داؤد وعیسیٰ علیہما السلام لعنت کی۔ یہ ان کی سرکشی ونافرمانی کا بدلہ تھا، پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تکیہ لگائے بیٹھے تھے کہ فرمایا: قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ید قدرت میں میری جان ہے یہاں تک کہ تم منع کروان کو حق منع کرنے کا۔ اور ایک روایت میں اس طرح ہے (جو اس کی تفصیل کررہی ہے) فرمایا: واللہ! تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، انہیں بری باتوں سے منع کرو اور ظالموں کو ظلم سے روکو حق کہہ کر اور حق پر قائم رہو، ورنہ تمہارے دل بدوں کے سے ہوجائیں گے اور اللہ تم کو بھی اپنی رحمت سے دور کردے گا جیسے انہیں دور کردیا۔

یہی سبب ہے کہ آج ہم میں بھی بنی اسرائیل جیسی بیماریاں پھیلیں یعنی دنیادار، علماءِ حقہ کے دشمن بن گئے اور دنیادار مولوی ان میں مل کر ہم پیالہ وہم نوالہ ہوکر تحصیل مال و منال کے لالچ میں ان کے ہم نوا ہوکر ان کی سی کہنے اور ان کی خواہشات کے مطابق چلنے

لگے تو بموجب فرمان مخبر صادق رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم پر بھی نئی نئی صورتوں میں عذابِ الٰہی کا نزول ہونے لگ گیا۔ کہیں ظالم حاکم ہم پر مسلط ہوکر عذاب آیا، کہیں بے دینوں کے غلبہ سے ہم معذّب کئے گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ اس نبی اُمّی روحی فداہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیش گوئی کا ظہور ہے جو آج سے تیرہ سو برس قبل فرمائی جاچکی ہے، کہ جب اتباع شریعت چھوڑ دوگے۔ اللہ تمہارے دشمنوں کو تم پر مسلط کردے گا۔ اس کا آج یہ ظہور ہے کہ ہر سمت سے مسلمانوں پر حملہ ہے، ہر طرف سے اسلام اور اہل اسلام کے لئے آواز بزن (مارو) ہے۔

بیّن ثبوت موجود ہے، بمبئی میں ایامِ عشرۂ محرم پر مسلمان تعزیہ داری ودیگر خرافات خلاف شرع کے نہایت زور کے ساتھ مؤید ہے۔ علماء نے بہت کچھ منع کیا مگر نہ مانے آخرش جان ومال کا نقصان اٹھا کر ذلیل ہوکر تھوڑی مدت ہوئی کہ باز آئے، ورنہ عشرۂ محرم میں بمبئی جملہ فتنہ وفساد کے لئے مخصوص تھی۔

اور مذہب سے اس قدر تنفّر کہ اگر کوئی خالص حنفی انجمن جو مرزائی قادیانی۔ چکڑالوی۔ اہل قرآنی، رافضی۔ خارجی۔ وہابی۔ غیر مقلد جملہ مذاہب باطلہ کا رد کرے اور امداد چاہے تو تنگدستی، قلتِ کاروبار، انسدادِ روزگار کے شکوے پیش ہوتے ہیں۔ لیکن اگر قادیانی یا بے دینوں کی کوئی انجمن مانگے تو اپنی حلال روزی سے اس میں دینا صحیح مصرف سمجھا جاتا ہے، اور جب وہ فتنہ مسلمانوں کے گاڑھے پسینہ کی کمائی سے اپنی بنیاد مضبوط کر لیتا ہے تو ہائے وائے کرتے ہیں مگر وہ بھی اوپر کے دل سے۔ یہی وجہ ہے کہ مخالفت کرتے کرتے جدھر سے کچھ مال ہاتھ آتا نظر آیا، ادھر ہی لڑھک گئے۔

دور کیوں جائیں ہمارے آزاد صاحب کے الہلال کو ہی دیکھ لو کہ ایک طرف تو ٹائیٹل پر تحریر کرتے ہیں۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔

اور دوسری طرف یہ حال کہ الہلال کا کوئی پرچہ نہ ہوگا جس میں ذی روح کی

تصاویر نہ ہوں۔ باآنکہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ تعالیٰ وسلم نے ایک جگہ ایک بار ایک طرح نہیں سینکڑوں طریق سے مخالفت فرمائی اور نفرت کی۔ مگر آج معیار تجارت اگر ہے تو تصویر۔ ترقی کا اگر کوئی ذریعہ ہے تو تصویر۔ تزئین مکانات کا اگر کوئی خاص سامان ہے تو تصویر۔ اور آزاد صاحب الہلال نے تو حد ہی کر دی کہ زندہ تو زندہ، شہداء و غازیان بلقان تک کی تصاویر شائع کر دیں اور ان تصاویر کے خریدنے کی ترغیب تک دلائی۔ اگر ''صاحب الہلال'' اپنے ضمیر اور حکم شرعی سے غور کریں گے تو انہیں یہ فیصلہ کرنا پڑے گا کہ جس جس گھر میں ان کا جریدہ ''الہلال'' پہنچا، وہ ملائکۂ رحمت کی آمد سے محروم رہا اور اس کا گناہ آزاد صاحب کی گردن پر پڑا اور پڑے گا۔ اور وہ مکان جس میں ملائکہ رحمت کی آمد و رفت نہ ہو، منحوس بنا اور یہ سب کیوں ہوا؟ محض ایسے علماء کی طفیل ہوا جیسے آزاد صاحب ایڈیٹر الہلال۔

اب ذرا چشم ایمان سے ملاحظہ ہو کہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا فرماتے ہیں۔ بخاری شریف مطبوعہ مطبع مجتبائی ۱۳۳۵ھ، جلد اول، ص ۴۷۳ کتاب الانبیاء میں ہے:

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّارَاٰی الصُّوَرَ فِی الْبَیْتِ لَمْ یَدْخُلْ حَتّٰی اَمَرَهَا فَمُحِیَتْ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن جب تصاویر ذی روح خانۂ کعبہ میں دیکھیں۔ آپ کعبہ میں اس وقت تک داخل نہ ہوئے۔ جب تک کہ آپ کے حکم سے وہ نہ مٹا دی گئیں۔

اور اسی صفحہ میں ہے:

قَالَ دَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْبَیْتَ فَوَجَدَ فِیْہِ صُوْرَةَ اِبْرَاھِیْمَ وَصُوْرَةَ مَرْیَمَ عَلَیْھِمَا السَّلَامُ فَقَالَ اَمَّاھُمْ فَقَدْ سَمِعُوْا اَنَّ الْمَلَائِكَةَ لَاتَدْخُلُ بَیْتًا فِیْہِ صُوْرَةٌ ھٰذَا اِبْرَاھِیْمُ مُصَوَّرٌ فَمَالَہٗ یَسْتَقْسِمُ۔

یعنی راوی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے تو آپ نے صورتِ ابراہیم و مریم علیہما السلام ملاحظہ فرمائی۔ آپ نے فرمایا: یہ مشرک سن چکے ہیں کہ جس گھر میں تصویر ہو وہاں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے اور یہ صورت ابراہیم ہے۔ اس کو استقسام سے کوئی تعلق نہیں۔

(دیگر احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ تصویر ابراہیم بنا کر مشرکین نے ان کے ہاتھ میں قلم دے دی تھی جس کے ذریعہ فال لیا کرتے تھے۔ اور اسے استقسام کہتے تھے۔)

ترمذی شریف میں ہے:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتٰی جِبْرَئِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَقَالَ اَتَیْتُكَ الْبَارِحَةَ فَلَمْ یَمْنَعْنِیْ اَنْ اَكُوْنَ دَخَلْتُ عَلَیْكَ الْبَیْتَ الَّذِیْ كُنْتَ فِیْہِ اِلَّا اَنَّہٗ كَانَ فِی الْبَیْتِ تِمْثَالُ الرِّجَالِ وَكَانَ فِی الْبَیْتِ قِرَامُ سِتْرٍ فِیْہِ تَمَاثِیْلُ وَكَانَ فِی الْبَیْتِ كَلْبٌ فَمُرْ بِرَاْسِ التِّمْثَالِ الَّذِیْ بِالْبَابِ فَلْیُقْطَعْ فَیَصِیْرُ كَھَیْئَةِ الشَّجَرَةِ وَمُرْ بِالسِّتْرِ فَلْیُقْطَعْ وَیُجْعَلُ مِنْہُ وِسَادَتَیْنِ مُنْتَبَذَتَیْنِ تُوْطَاٰنِ وَمُرْ بِالْكَلْبِ فَیُخْرَجُ فَفَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

(ترمذی شریف ۲/۱۰۴)

یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے پاس جبرئیل آئے اور عرض کیا کہ شب گذشتہ میں میں حاضر ہوا تھا مگر چونکہ در اقدس پر تصویر تھی اور گھر کے اندر ایک کتا۔ میں داخل نہ ہو سکا، لہٰذا اس تصویر کا سر کٹوا دیجئے کہ وہ مثل درخت کے ہو جائے اور پردہ بھی کٹوا کر اس کے دو تکیے بنوا لیجئے کہ پامال ہوتے رہیں۔ اور کتے کو گھر سے نکال دیجئے، چنانچہ سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم نے ایسا ہی کیا۔

اور مشکوۃ شریف میں ایک حدیث بخاری ومسلم سے متفق علیہ ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيْهَا تَصَاوِيْرُ فَلَمَّا رَآهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَى الْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْ فَعَرَفْتُ فِيْ وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ قَالَتْ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ وَاِلٰى رَسُوْلِهٖ مَاذَا اَذْنَبْتُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَابَالُ هٰذِهِ النُّمْرُقَةِ قُلْتُ اشْتَرَيْتُهَا لَکَ لِتَقْعُدَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يُعَذَّبُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُقَالُ لَهُمْ اَحْيُوْا مَاخَلَقْتُمْ وَقَالَ اِنَّ الْبَيْتَ الَّذِيْ فِيْهِ الصُّوْرَةُ لَاتَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ۔ متفق علیه

(مشکوۃ شریف: ص ۳۸۵)

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ تعالی عنہا نے ایک فرش خریدا جس میں تصاویر تھیں۔ جب اسے سرور عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے دیکھا، دروازہ مکان پر ٹھہرے۔ اور گھر میں تشریف نہ لائے۔ سیدہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور کے روئے انور سے آثار کراہیت پا کر عرض کیا، حضور میں اللہ اور رسول کی طرف توبہ کرتی ہوں اس گناہ سے جو مجھ سے سرزد ہوا۔ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: یہ فرش کیسا ہے؟ میں نے عرض کی، حضور کے لیے میں نے خریدا ہے کہ جب تشریف لائیں، اس پر رونق افروز ہوں اور تکیہ لگائیں۔ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: تصویر کش (تصویر کھینچنے والے) بروز قیامت معذَّب ہوں گے۔ انہیں کہا جائے گا انہیں زندہ کرو اور فرمایا: بے شک جس گھر میں تصویر ہو ملائکہ رحمت اس گھر میں نہیں داخل ہوتے۔

علاوہ ازیں ایسے مضمون کی صحاح میں بہت احادیث آئی ہیں۔ مَنْ شَاءَ فَلْيَنْظُرْ (جو چاہے ان کا مطالعہ کرے) بناء علیہ جمیع فقہاء و محققین فرماتے ہیں:

وَيُكْرَهُ اَنْ يُّصَلِّيَ وَبَيْنَ يَدَيْهِ اَوْفَوْقَ رَاْسِهٖ اَوْعَلٰى يَمِيْنِهٖ اَوْعَلٰى يَسَارِهٖ اَوْ فِيْ ثَوْبِهٖ تَصَاوِيْرُ۔

یعنی مکروہ ہے ایسی صورت میں نماز پڑھنا کہ اس کے آگے یا سر پر یا دائیں بائیں جانب یا کپڑے پر تصاویر ہوں۔

آگے فرماتے ہیں:

وَفِي الْبَسَاطِ رِوَايَتَانِ وَالصَّحِيْحُ اَنَّهٗ لَايُكْرَهُ اِذَا لَمْ يَسْجُدْ عَلَى التَّصَاوِيْرِ هٰذَا اِذَا كَانَتْ بِصُوْرَةٍ كَبِيْرَةٍ تَبْدُوْ لِلنَّاظِرِ مِنْ غَيْرِ تَكَلُّفٍ كَذَا فِيْ فَتَاوٰى قَاضِيْ خَان. وَلَوْ كَانَتْ صَغِيْرَةً بِحَيْثُ لَاتَبْدُوْ لِلنَّاظِرِ اِلَّا بِتَاَمُّلٍ فَلَا يُكْرَهُ وَاِنْ قُطِعَ الرَّاْسُ فَلَا بَاْسَ بِهٖ وَقَطْعُ الرَّاْسِ اَنْ يُّمْحٰى رَاْسُهَا بِخَيْطٍ يُخَاطُ عَلَيْهَا حَتّٰى لَمْ يَبْقَ لِلرَّاْسِ اَثَرٌ اَصْلًا وَلَوْ خِيْطَ بَيْنَ الرَّاْسِ وَالْجَسَدِ لَايُعْتَبَرُ لِاَنَّ مِنَ الطُّيُوْرِ مَاهُوَ مُطَوَّقٌ وَاَشَدُّهَا كَرَاهِيَةً اَنْ تَكُوْنَ اَمَامَ الْمُصَلِّيْ ثُمَّ فَوْقَ رَاْسِهٖ ثُمَّ يَمِيْنَهٗ ثُمَّ يَسَارَهٗ ثُمَّ خَلْفَهٗ هٰكَذَا فِي الْكَافِيْ وَفِي التَّهْذِيْبِ وَلَوْ كَانَتْ عَلٰى وِسَادَةٍ مَنْصُوْبَةٍ بَيْنَ يَدَيْهِ يُكْرَهُ وَلَوْ كَانَتْ مُلْقَاةً لَا يُكْرَهُ كَذَا فِي التَّاتَارْخَانِيَةِ وَلَايُكْرَهُ تِمْثَالُ غَيْرِ ذِيْ رُوْحٍ كَذَا فِي التَّفَاسِيْرِ۔

یعنی فرش کے متعلق دو حکم ہیں اور صحیح یہ ہے کہ اگر تصویر پر سجدہ نہ ہو تو مکروہ نہیں اور یہ حکم اس وقت ہے جب کہ تصویر اتنی بڑی ہو کہ دیکھنے والے کو صاف بلا تکلف نظر آئے۔ ایسا ہی فتاوی قاضی خان میں ہے اور اگر وہ تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ دیکھنے والے کو بتامل (غور کرنے سے) نظر آئے تو بھی مکروہ نہیں ہے اور اگر تصویر کا سر کاٹ دیا جائے تو کوئی حرج نہیں اور قطع راس یہ ہے کہ اس کو مٹا دیا جائے ڈوروں سے، حتی کہ سر کا اصلا نشان نہ رہے اور اگر سر اور جسد تصویر کے درمیان کو ڈوروں سے سیا جائے تو غیر معتبر ہے، اس لئے کہ بہت جانوروں کے گلے میں طوق کا خط بھی ہوتا ہے، اور سخت کراہیت یہ ہے کہ نمازی کے آگے تصویر ہو، دوسرے ادنی یہ کہ سر پر ہو، اس سے ادنی یہ کہ داہنے یا بائیں طرف ہو یا پیچھے ہو،

ایسا ہی کافی میں ہے اور تہذیب میں ہے کہ اگر تکیہ میں منصوب (کھڑا) ہو تو مکروہ ہے اور اگر پیروں میں پڑا ہوا ہے تو مکروہ نہیں ـــــ اور تصاویر غیر ذی روح مکروہ نہیں۔ ایسا ہی تفاسیر میں ہے۔ اور مسلم شریف میں ہے:

عَنْ اَبِی صَالِحِ نِ الْاَسَدِیِّ قَالَ قَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَلَا اَبْعَثُکَ عَلٰی مَا بَعَثَنِیْ عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا تَدَعَ تِمْثَالًا اِلَّا طَمَسْتَہٗ۔ الخ

یعنی حضرت ابو صالح راوی ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے مجھے فرمایا: کہ کیا نہ بھیجوں میں تجھے اس کام پر جس پر مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا اور وہ یہ کہ نہ چھوڑوں میں کوئی تصویر مگر اس کو محو کر دوں۔ (مٹا دوں)

اسی وجہ میں صاحب کبیری فرماتے ہیں:

وَلَوْ رَاٰی صُوْرَۃً فِیْ بَیْتِ غَیْرِہٖ یَجُوْزُ لَہٗ مَحْوُھَا وَتَغَیُّرُھَا۔

یعنی اگر کسی غیر کے گھر تصویر دیکھی جائے تو اس کا مٹانا بدون مرضی صاحب مکان جائز ہے۔

پھر ایک تصویر ہی کیا قریب قریب ہر کام میں ناجائز طریقہ ہمارے بڑے بڑے اور نام نہاد جاہ طلب علماء نے اختیار کر رکھا ہے، زبان و قلم سے اسلام کے شیدائی دین کے فدائی اور اصل میں دل سے دنیا کے سودائی بنے ہوئے ہیں۔ جواز اور عدم جواز صرف کہنے اور اعلان کرنے کو ہے، اپنے لئے نہیں۔

چنانچہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مبیع معدوم و مجہول کی بیع سے منع فرمایا: مسلم شریف میں ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ نَہٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَۃِ وَالْمُزَابَنَۃِ وَالْمُعَاوَمَۃِ وَالْمُخَابَرَۃِ

اور دوسری روایت میں ہے:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَہٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ بَیْعِ السِّنِیْنَ۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح حدیث ہذا میں تحریر فرماتے ہیں:

وَاَمَّا النَّھْیُ عَنْ بَیْعِ الْمُعَاوَمَۃِ وَبَیْعِ السِّنِیْنَ وَمَعْنَاہُ اَنْ یَّبِیْعَ ثَمَرَ الشَّجَرَۃِ عَامَیْنِ اَوْ ثَلٰثَۃً اَوْ اَکْثَرَ فَیُنْھٰی بَیْعُ الْمُعَاوَمَۃِ وَھُوَ بَیْعُ السِّنِیْنَ وَھُوَ بَاطِلٌ"۔

یعنی بیع السنین اور بیع معاومہ کے یہ معنی ہیں کہ فقط ایک درخت کے پھل یا بہت سے درختوں کے پھلوں کو برس یا دو تین برس کیلئے بیچ دے۔ یہ بیع بالاجماع باطل ہے۔

نَقَلَ الْاِجْمَاعَ فِیْہِ ابْنُ الْمُنْذِرِ وَغَیْرُہٗ بِھٰذِہِ الْاَحَادِیْثِ وَلِاَنَّہٗ بَیْعُ غَرَرٍ لِاَنَّہٗ بَیْعُ مَعْدُوْمٍ وَمَجْھُوْلٍ غَیْرُ مَقْدُوْرٍ عَلٰی تَسْلِیْمِہٖ وَغَیْرُ مَمْلُوْکٍ لِلْعَاقِدِ۔

یعنی یہ اجماع ابن منذر وغیرہ نے ان احادیث کی بنا پر نقل کیا اور اس لئے کہ یہ بیع ایسی شئے کی ہے جو معدوم ہے اور مجہول بھی، جس کی تسلیم پر نہ بائع قادر، نہ وہ ملکیت بائع۔ بلکہ ابھی یہی نہیں معلوم کہ اس درخت پر پھل آئیں گے بھی یا نہیں اور آئیں گے تو کتنے؟

اسی مسئلے کی وجہ میں میرے محب جناب قاضی عبدالوحید صاحب عظیم آبادی نے اپنے رسالہ تحفہ حنفیہ کے خریداروں کو اعلان کر دیا تھا کہ جو صاحب مجھے قیمت رسالہ بھیجیں وہ محض بہ نیت امداد بھیجیں کہ بیع معدوم باطل ہے۔

اب ملاحظہ ہو رسالہ القاسم دیوبند۔ اور آزاد صاحب کا الہلال وغیرہ وغیرہ جملہ رسالہ جات و اخبارات کا یہ حال ہے کہ باوجود ذی علم ہونے کے پیشگی قیمت طلب کی جاتی ہے۔ باآنکہ سال بھر تک ہر ماہ کے اختتام پر اس رسالہ کا وجود ظاہر ہوتا ہے۔ مگر چونکہ اس میں آمدنی کے خلاف معاملہ ہے، اس لئے اس امر سے تعلق ہی نہیں، اگر چہ اوروں کے کہنے سننے کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حق ہر فرد مسلم کو بنایا جائے۔

اب خصوصیت سے آزاد صاحب 'ابوالکلام مالک "الہلال" پر افسوس ہے

کہ اول تو کہہ گئے کہ بدعات محدثات زمانہ پر نظر ڈالتے ہوئے ہم کو بدعات محدثات بنی اُمیہ کے ذکر کی مہلت نہیں۔ مگر خود مدعی امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہو کر علانیہ طور سے سرگرم تصویر فروش بنے ہوئے ہیں۔ شہداء وغازیان بلقان وغیرہ اور ایڈیٹران مصر کے فوٹو خود اتارے یا اتروائے ہوں گے، تاکہ پیسہ ہاتھ آئے، پھر بھی بذریعہ سینما اعلان تماشہ ہوا اور فرضی تصاویر یا اصلی تصاویر کو متحرک کر کے دکھایا اور شہداء کا تماشہ بنایا۔ اور اس فعل مذموم کا نام فعل حسن رکھا کہ اس ذریعہ سے مسلمانوں کے دلوں میں جوش اسلامی پیدا ہوگا اور خود موقعہ واردات پر پہنچ کر شہید تو کیا غازی بھی نہ بنے۔ اور بنے بھی تو کیا بنے مظلومین وشہداء کے فوٹو گرافر۔ اور ان کی بے کسی وبے بسی کا تماشہ دکھانے والے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ راجِعُوْن۔ کیا ان کی نظر میں یہ فرامین سردار انبیاء نہ تھے؟ میں کہوں گا اور دعوے سے کہوں گا کہ تھے اور ضرور تھے، مگر خواہشات ترقی دنیا نے وہ پردہ ڈال رکھا ہے کہ حقیقت نظر ہی نہیں آتی اور عمل نیک کی توفیق ہی نہیں ہوتی۔

قرآن کریم میں لشکر کفار سے لڑائی کے وقت پیٹھ پھیر کر آنے کو اکبر الکبائر بتایا گیا ہے۔ سورۂ انفال میں ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ۔

یعنی اے ایمان والو! جب کافروں کے لام سے تمہارا مقابلہ ہو تو انہیں پیٹھ نہ دو اور جو اس دن انہیں پیٹھ دے گا مگر لڑائی کا ہنر کرنے یا اپنی جماعت میں جا ملنے کو تو وہ اللہ کے غضب میں پلٹا۔ اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

تو کیا آزاد صاحب جنگ بلقان کے موقع پر جا کر تماشہ دیکھ کر مسلمانوں کو کٹتا چھوڑ کر، فوٹو لے کر، پیٹھ دے کر نہیں آئے؟ اللہ ہمیں ہدایت دے اور توفیق توبہ عطا فرمائے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے ادبی

پھر آزاد صاحب اپنی غایت آزادی میں یہاں تک بڑھے کہ علماء وفضلاء حق گو کو تو خیر جو کچھ کہا، اس پر صبر تھا مگر صحابہ اور اجلہ صحابہ تک کو بعض اخبار واحاد اور تاریخی حالات کی بنا پر برا بھلا کہہ گئے۔ حتی کہ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی کوس گئے اور جی بھر کے جو زبان وقلم میں آیا کہہ گئے، باآنکہ آیات واحادیث صحیحہ کے مقابلہ میں محققین کے نزدیک اخبار تاریخی وخبر آحاد کسی طرح نہیں آسکتیں، مگر آزاد صاحب ہیں کہ اپنے جوش آزادی میں تمام آیات واحادیث کی طرف سے چشم پوشی کر گئے، بلکہ ان تواریخ تک کو نظر انداز کر گئے جن سے ثابت ہے کہ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید پلید کو خود خلیفہ نہیں کیا اور کوئی اخباری روایت لی بھی تو وہ لی جس سے ثابت ہو کہ حضرت امیر نے بلا مشورہ اہل اسلام یزید کو پسند کر کے خود خلیفہ مقرر کیا۔ اور اس قسم کی تاریخی خبریں نقل کر کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے افعال قبیحہ گن ڈالے۔ چنانچہ ۲۹ محرم ۱۳۳۱ھ الہلال کے صفحہ ۶ پر اس طرح لکھا۔

”انہوں نے (بنوامیہ نے جس سے بقرینۂ عبارت آئندہ حضرت امیر معاویہ مراد ہیں) اسلام کی جمہوریت کو غارت کر کے اس کی جگہ شخصی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ جو یقیناً اعتقاد قرآنی کی رو سے کفر جلی ہے۔“

پھر اس کفر جلی کو نہ کسی آیت سے ثابت کیا، نہ حدیث سے۔ حالانکہ اس کی مخالفت حدیث صحیح بخاری ومسلم سے ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی خلافت پر حین حیات میں مقرر فرمادیا تھا اور اس میں آزاد صاحب کی شرط کا کھوج بھی نہیں کہ اسلام کی جمہوریت تعیین خلیفہ کے لئے شرط ہے۔

چنانچہ بخاری شریف کے صفحہ ۱۰۷۳ میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قِيْلَ لِعُمَرَ اَلَا تَسْتَخْلِفُ قَالَ اِنْ اَسْتَخْلِفْ

فقد استخلف من ھو خیر "مِنّی وھو ابوبکر وان اترک فقد ترک من ھو خیر"
مِنّی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاثنوا علیہ۔

اس کی شرح میں مولوی احمد علی صاحب سہارنپوری مرحوم و مغفور فتح الباری، عینی،
کرمانی اور مجمع البحار وغیرہ سے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں: وفیہ دلیل" علی ان الخلافۃ
تحصل بنص الامام السابق ۔ اور اسی سبب سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما
جیسے جلیل القدر صحابی نے عبدالملک بن مروان کی خلافت پر بیعت نامہ تحریر فرمادیا، جس کا
تذکرہ بخاری شریف میں ص ۱۰۶۹ پر ہے۔

عن عبداللہ بن دینار قال لما بایع الناس عبدالملک کتب عبداللہ
بن عمر رضی اللہ عنہ الی عبداللہ عبدالملک امیر المؤمنین انی اقر
بالسمع والطاعۃ لعبداللہ عبدالملک امیر المؤمنین علی سنۃ اللہ وسنۃ
رسول اللہ فیما استطعت وان بنی قد اقروا بذالک۔

یعنی عبداللہ بن دینار سے مروی ہے کہ جب عبدالملک کے ہاتھ پر لوگوں نے
بیعت کی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما نے عبدالملک کو اس طرح تحریر فرمایا کہ
بے شک میں اقرار کرتا ہوں اطاعت و فرمانبرداری عبداللہ عبدالملک امیر المؤمنین کی۔ یہ
پابندی سنت اللہ و سنت رسول اللہ بقدر اپنی طاقت کے اور میرے بیٹے بھی اس اقرار نامے کو
تسلیم کرتے ہیں۔

افسوس ہے کہ ایک تاریخی روایت کی بنا پر احادیث و قرآن کے خلاف حضرت
امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کو محض فرضی اعتقاد قرآن گھڑ کر خانہ ساز کفر جلی کا مرتکب بنادیا
اور یہ نہ سمجھا کہ کفر جلی پر راضی ہونے والا کافر ہوتا ہے۔

بحر الرائق میں ہے:۔ الرضا بکفر غیرہ کفر" اور جب یہی اصول آزاد
صاحب کا ہے تو بنابرایں اصول انہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کی شان میں اور
حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کے متعلق بھی وہی خیال رکھنا پڑے گا۔ معاذ اللہ!

پھر اسی "الہلال" ۲۹ محرم ۱۳۳۱ھ ص ۴ پر لکھتے ہیں۔ "کہیں مذہبی پیشواؤں کی

جماعتیں مرتکب فساد بن گئیں۔ کہیں کسی بڑی جماعت کے تسلط نے اپنی ضلالت کی باگ
اس کے ہاتھ میں دے دی ہے۔" مذہبی پیشواؤں سے مراد تو غالباً آزاد صاحب کے نزدیک
بے دین فرقہ مثل روافض، خوارج، معتزلہ، وہابیہ ہوں گے۔ مگر بڑی جماعت سے مراد
سوائے اہل سنت و جماعت کے اور کون ہو سکتی ہیں؟ لیکن اگر خدانخواستہ بڑی جماعت سے
مراد اہل سنت و جماعت ہیں تو صریح احادیث کے خلاف مضمون ہے اور اس کے سوا دوسری
بڑی جماعت کوئی ہو بھی نہیں سکتی۔

ابن ماجہ شریف میں ہے:۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاتجتمع امتی علی الضلالۃ فاذا
رأیتم اختلافا فعلیکم بالسواد الاعظم من شذ شذ فی النار۔

یعنی حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت گمراہی پر مجتمع
نہ ہو گی اور اگر تم اس میں اختلاف دیکھو تو بڑی جماعت کو لازم پکڑو اور جو نکل گیا اس بڑی
جماعت سے وہ جہنم میں پھینک دیا گیا۔

اور دوسری حدیث میں اس امر کی بھی تصریح ہے کہ وہ بڑی جماعت اہل سنت و
جماعت کی ہے۔ چنانچہ اس میں یہ اور ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کیا: "من ھم یارسول
اللہ "حضور! وہ بڑی جماعت کون ہے؟ تو آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: "ما انا
علیہ واصحابی وھی السواد الاعظم وھی الجماعۃ جس میں میں اور میرے
اصحاب ہوں، وہی بڑی جماعت اور بڑا گروہ ہے۔

اس قسم کے مضامین کی بہت سی احادیث ہیں، منجملہ ان کے میں نے اپنے رسالہ
مختصر المیزان بکلام السبحان میں قریب اسی ۸۰ احادیث کے جمع کر دی ہیں اور وہ
سواد اعظم اہل سنت و جماعت ہیں، اس کا ثبوت قرآن کریم سے بھی دیا ہے۔ علاوہ ازیں
اس میں یہ بھی بتایا ہے کہ سچی کتاب الہی وہ ہو سکتی ہے جس میں خدائی قوتیں پائی جائیں اور
خدائی قوت وہ کہی جا سکتی ہے جس کا مقابلہ بداہۃً انسان نہ کر سکے اور ایسی قوتیں سوائے کلام
اللہ شریف کے کسی کتاب میں نہیں ہیں۔ من شاء فلینظر۔ (جو چاہے دیکھ لے)

پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر چوٹ کرنے کے لئے دو حدیثیں نکالیں اور ان سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظالم بادشاہوں سے تھے اور مطالعہ کو وسیع نہ کیا جس سے ایک جلیل القدر صحابی کی اہانت کے مجرم نہ بنتے۔ حسب موقع مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اول ان دو حدیثوں کو نقل کریں جو آزاد صاحب ۲۸ر جمادی الثانیہ ۱۳۳۱ھ کے ''الہلال'' صفحہ ۹ پر نقل کر کے خوب جی بھر کے سب کچھ کہہ گئے ہیں، بعدہ حق امیر معاویہ میں مفصل تحقیق نذر ناظرین کریں۔ وَاللّٰہُ الْمُؤَیِّدُ وَالْمُعِیْنُ وَبِہٖ نَسْتَعِیْنُ۔

وہ حدیث جو الہلال میں نقل کی گئی یہ ہے:۔

عَنِ ابْنِ بَشِیْرٍ عَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَکُوْنُ النُّبُوَّۃُ فِیْکُمْ مَاشَاءَ اللّٰہُ ثُمَّ تَکُوْنُ خِلَافَۃٌ عَلٰی مِنْھَاجِ النُّبُوَّۃِ مَاشَاءَ اللّٰہُ ثُمَّ یَرْفَعُہُ اللّٰہُ ثُمَّ تَکُوْنُ مُلْکًا غَاصِبًا فِیْکُمْ مَاشَاءَ اللّٰہُ اَنْ یَّکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُھَا اللّٰہُ ثُمَّ تَکُوْنُ مُلْکًا جَبْرِیَّۃً فَیَکُوْنُ مَاشَاءَ اللّٰہُ اَنْ تَکُوْنَ ثُمَّ تَکُوْنُ خِلَافَۃٌ عَلٰی مِنْھَاجِ النُّبُوَّۃِ ۔قَالَ حَبِیْبٌ فَلَمَّا قَامَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِالْعَزِیْزِ کَتَبْتُ اِلَیْہِ ھٰذِہِ الْحَدِیْثَ۔ اُذَکِّرُہٗ اِیَّاہُ وَقُلْتُ اَرْجُوْ اَنْ تَکُوْنَ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بَعْدَ الْمُلْکِ الْعَاضِّ وَالْجَبْرِیَّۃِ۔

(اور دوسری حدیث)

عَنْ سَعْدِ بْنِ جُمْھَانَ قَالَ حَدَّثَنِیْ سَفِیْنَۃُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْخِلَافَۃُ بَعْدِیْ فِیْ اُمَّتِیْ ثَلٰثُوْنَ سَنَۃً ثُمَّ مُلْکٌ۔ الخ

ترجمہ حدیث اول: یعنی حضرت ابن بشیر حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: نبوت جب تک اللہ چاہے تم میں رہے گی۔ پھر منہاج نبوت پر خلافت رہے گی۔ جب تک اللہ چاہے، پھر اسے اللہ اٹھا لے گا۔ پھر ملک غاصب تم میں ہوں گے، پھر ملک (بادشاہ) جابر، پھر اخیر میں وہی خلافت علی منہاج النبوت ہوگی۔ حبیب لکھتے ہیں کہ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے، میں نے ان کو یہ حدیث لکھ کر

بھیجی تاکہ وہ یاد کر لیں کہ خلافت علی منہاج النبوت کے بعد جابر بادشاہ ہوں گے (اور میں نے لکھا کہ) میں گمان کرتا ہوں کہ متبع نبوت آپ خلیفہ ہیں، حضرت سفینہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ خلافت میری امت میں تیس برس رہے گی، پھر بادشاہ ہوں گے۔

اس سے آزاد صاحب نے ثابت کرنا چاہا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان ہی جابر بادشاہوں سے تھے۔ مگر اول تو ان حدیثوں کا جواب انہیں حدیثوں میں موجود ہے۔ اس لئے کہ دونوں حدیثوں میں ایک مرتبہ سے دوسرے مرتبہ کا عطف ثم کے ساتھ کر کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ ثُمَّ یَرْفَعُھَا اللّٰہُ پھر ثم سے عطف کر کے ثُمَّ تَکُوْنُ مُلْکًا غَاصِبًا آیا ہے اور اسی طرح دوسری حدیث میں ہے۔

جس سے ظاہر ہے کہ مقصود سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ ہرگز نہیں کہ خلافت علی منہاج النبوت معاً تیس برس کے بعد اٹھ جائے گی۔ بلکہ بمقتضاء ثُمَّ ۔ ظاہر ہے کہ بتدریج تراخی کے ساتھ خلافت علی منہاج النبوت رہے گی۔ اسی طرح دوسرے ثم کے اقتضاء سے ظاہر ہے کہ بادشاہ ظالم بھی بتراخی ہوں گے۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ خلافت علی منہاج النبوت کے اٹھنے کے بعد یک لخت آثار خلافت علی منہاج النبوت نہ اٹھیں گے، بلکہ کچھ مدت تک خلافت مطلقہ رہے گی۔ مثل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کے جس میں علی وجہ الکمال ظہورِ منہاجِ نبوت اگر نہ تھا تو ظلم وستم کے آثار بھی نہ تھے اور پھر چند اور ظالم بادشاہوں جو صراط مستقیم اور راہ حق سے منحرف ہو گئے ہوں، مثل یزید پلید کے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ ان کی طرف بھی باعتبار خاص واقعہ کے جور کا شبہہ ہے مگر مطلقاً جابر نہیں، بلکہ صرف خلافت حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ میں بوجہ خطاء اجتہادی کچھ ظاہر ہوا اور یہ بھی محض ایک حدیث کے مفہوم میں غلط فہمی کی بنا پر، نہ کہ محض طلب خلافت وامارت کی وجہ میں۔ علاوہ اس کے علامہ برہان الدین صاحب ہدایہ بیان تقلید قضاء میں سلطان جابر کے متعلق فرماتے ہیں:

وَیَجُوْزُ التَّقْلِیْدُ مِنَ السُّلْطَانِ الْجَابِرِ کَمَا یَجُوْزُ مِنَ الْعَادِلِ لِاَنَّ

الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُم تَقَلَّدُوامِنْ مُعَاوِيَةَ وَالْحَقُّ كَانَ بِيَدِعَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ فِي نَوْبَتِهِ

یعنی سلطان مان لینا جائز ہے بادشاہ جابر کا جس طرح بادشاہ عادل سے بیعت جائز ہے، اس لئے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امر قضاء قبول کیا، حالانکہ اس کے حقدار حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ تھے اور علامہ ابن ہمام فتح القدیر میں اس مدعا کو اور زیادہ واضح طور سے بیان فرمارہے ہیں:

قَالَ قَوْلُهُ وَفِي نَوْبَتِهِ كَوْنُهُ رَابِعًابَعْدَعُثْمَانَ وَفِي نَوْبَتِهِ اِحْتِرَازٌ عَنْ قَوْلِ الرَّوَافِضِ اَنَّهُ كَانَ اَحَقَّ بِهَافِي سَائِرِ النُّوَبِ۔

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نوبت خلافت میں حضرت علی حقدار تھے، نہ کہ مثل قول روافض تمام خلفاء سے پہلے حضرت علی حقدار خلافت تھے۔

اسی بناء پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمہ غایت جرم یہ بن سکتا ہے کہ سیدی وجدی مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے مقابلہ میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اصرار امارت کرنا مستلزم بغاوت ہوجائے اور حکم بغاوت کی تصریح آگے آئے گی۔ لیکن چونکہ یہ خطاء اجتہادی موجب قتل وقتال بین المومنین تھی، اسی وجہ میں بعض علماء اہلسنّت نے اس خطا کو خطا منکر بھی کہہ دیا۔ مگر کوئی عالم علماء اہلسنّت اور فقیہ از فقہاء اہلسنّت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مجتہد ہونے کا منکر نہیں، بلکہ بڑے بڑے اجلہ صحابہ کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مجتہد ماننا ثابت ہے۔

اور اصول یہ ہے کہ مجتہد اگر اپنے اجتہاد میں خطا کرے تو مستحق ایک اجر کا ہے، اور اس اصول کو جمیع فقہاء واصحاب اصول تسلیم کررہے ہیں۔ لہذا صاحب ہدایہ کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہوسکتا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطلقاً سلاطین جائرہ سے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت جور کو مقید بہ نوبت خلافت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کرکے حجاج کے جور کو مطلق چھوڑا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

وَالتَّابِعِيْنَ تَقَلَّدُوْامِنَ الْحَجَّاجِ وَهُوَ كَانَ جَائِرًا۔

اور تابعیوں نے عہدۂ قضا حجاج سے حاصل کیا، باآنکہ وہ سلطان جائر تھا اور یہ تمام تقریر تو اس تقدیر پر ہے جب کہ بموجب بیان صاحب ہدایہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بظاہر فی الجملہ اصحاب جور سے مان لیا جائے، یا خاطی فی الاجتہاد تسلیم کرلیا جائے، ورنہ بمقتضائے حدیث حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ تو متصل بزمانہ خلافت علی منہاج النبوت ہے اور زمانہ ملوک عاصی مثل یزید پلید وغیرہ سلاطین جابرہ کا زمانہ آپ کے بعد ہے، اور یزید کے بعد پھر سلاطین جابرہ کا ظہور ہوا۔ جیسے حجاج بن یوسف اور بعض خلفاء عباسیہ جو دشمنانِ اہل بیت سے تھے۔

بنابرایں حضرت امیر معاویہ رضی تعالیٰ اللہ عنہ نہ زمرۂ ملوک عضوض میں داخل ہوسکتے ہیں، نہ سلاطین جائرہ میں۔

اور اگر اسی زمرہ میں تسلیم کرلیا جائے تو سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمہ الزام آئے گا کہ انہوں نے جماعت مومنین کو بادشاہ ظالم وجائر کے ہاتھ میں اس طرح دے دیا کہ خود بھی بیعت کرلی۔ اس لئے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیعت کرلینا ثابت ہے، تو یہ کس طرح مان لیا جائے کہ شہزادۂ عالم امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل المنصب امر خلافت کو ایک ظالم جابر کے ہاتھ میں دے دیتے جو خود امت مرحومہ کے حق میں ایک ظلم ہوتا ہے۔ اس امر کو وہی مان سکتا ہے جو حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اچھی نظر سے نہ دیکھے۔ نَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْعَقِيْدَةِ الْفَاسِدَةِ الْكَاسِدَةِ۔

بناءً علیہ ماحصل مفہوم حدیث یہی ہوگا کہ بعد ختم زمانہ خلافت علی منہاج النبوت کسی قدر وہ خلافت بھی رہے گی جو علی وجہ الکمال علی منہاج النبوت نہ ہوگی، بعد اس کے شاہانِ ظالم کا زمانہ ہوگا، پھر آہستہ آہستہ ملوک جائرہ جائیں گے، جن کا جور اور میلان عن الحق مختلف طور سے ظاہر ہوتا رہے گا۔

چنانچہ اس جور کو میلان عن الحق کے معنی میں ہی صاحب تفسیر کبیر نے مختلف طور پر منقسم کیا ہے۔ تحت آیہ کریمہ:

وَمنهاجائِرٌ اى مَائِلٌ'' عَنِ الْحَقِّ مُنْحَرِفٌ'' عنهُ لايُوْصِلُ صاحِبَهٗ
اِلَيْهِ وَهُوَالطَّرِيْقُ الضَّلَالُ الَّتِیْ لايَكادُيُحصىٰ عددُهاالْمُندرِجُ
كَمَاتَحْتَ الْجَائِرِ۔

یعنی جورحق سے روگردانی کو کہتے ہیں، جس کے مراتب باعتبار کمی بیشی کے بے شمار
ہیں۔ مختصر یہ کہ باقتضاء مضامین احادیث یہ ثابت ہوتا ہے۔ ملوک جائرہ کا دوردورہ مٹ کر
پھر خلافت علی منہاج النبوت کا زمانہ آئے گا۔ جیسے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا۔
پھر کبھی ظالم ہو، کبھی جائر۔ حتی کہ قیامت تک بموجب احادیث صحیحہ بارہ عادل خلیفہ مستحق
خلافت قوم قریش سے پورے ہوں گے، اوران سب کے بعد بنی ہاشم سے ایک خلیفۂ برحق
حضرت امام مہدی علیہ الرحمۃ والرضوان خلیفہ ہوں۔ چنانچہ یہ مضمون احادیث مذکورہ اور
مندرجہ ذیل احادیث کے ملانے سے واضح ولائح طور پر ظاہر ہورہا ہے۔

مسلم شریف، جلد ثانی، ص ۱۱۹ کتاب الامارت میں ہے:

عَنْ جَابِرِبْنِ سَمُرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَايَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَزَالُ الْاِسْلَامُ عَزِيْزًااِلٰى اِثْنَىْ عَشَرَ خَلِيْفَةً ثُمَّ قَالَ
كلمةً لَمْ اَفْهَمْهَا فَقُلْتُ لِاَبِىْ قَالَ فَقَالَ كُلُّهُمْ مِنَ الْقُرَيْشِ۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ سرورعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
میں نے سنا کہ فرماتے تھے۔ اسلام بارہ خلیفۂ اسلام تک ہمیشہ غالب رہے گا۔ پھر ایک کلمہ
اس طرح فرمایا: جس کو میں نہ سمجھ سکا۔ میں نے اپنے والد سے دریافت کیا تو انہوں نے
فرمایا: ''كُلُّهُمْ مِنَ الْقُرَيْشِ'' تمام خلفاء قریش سے ہوں گے۔

علامہ نووی شارح مسلم شریف اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

قَالَ الْقَاضِىْ قَدْ تَوَجَّهَ هٰهُنَاسُوَالَان احدهماانه قدجاء فى الحديث
الآخر الخلافة بعدى ثلثون سنة ثم تكون مَلْكًاوهذامخالف لحديث اثنى
عشر خليفة فانه لم يكن فى ثلاثين سنة الاالخلفاء الراشدون الاربعة
والاشهر الذى بُوْيِعَ فِيْهِمَاالْحَسَنُ بْن علىّ رضى الله عنهماقال والجواب

عن هذاان المرادفى حديث الخلافةثلثون سنة خلافة النبوة وقد جاء
مفسّرافى بعض الروايات خلافة النبوّة بعدى ثلاثون سنة ثم تكون مُلكًا
ولم يشترط هذافى الاثنى عشر.

السوال الثانى: انه قد ولى كثيرمن هذاالعدد. قال وهذااعتراض
باطل لانه صلى الله عليه وسلم لم يقل لايلى الا اثناعشر خليفة وانما قال
يلى وقدولى ولى هذاالعددلايضر كونه وجدبعضهم غيرهم هذاان جعل
المرادباللفظ كل والٍ ويحتمل ان يكون المرادمستحقى الخلافة
العادلين وقدمضى منهم من علم ولابدمن تمام هذاالعددقبل قيام الساعة.

قاضی (عیاض) فرماتے ہیں یہاں دوسوال پیدا ہوتے ہیں۔ ایک بارہ خلیفہ والی
حدیث اس حدیث کے مخالف معلوم ہوتی ہے جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:
میرے بعد تیس برس خلافت رہے گی، پھر بادشاہ ہوں گے، اور یہ تیس برس حضرت حسن
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت تک پورے ہوگئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تیس برس تک خلیفہ
ہونے سے مراد یہ ہے کہ علی منہاج النبوت ہوں۔ یعنی بلا کم وکاست طریق نبوت پر خلافت
کرنے والے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تیس برس تک رہیں گے۔ پھر بادشاہ ہوں
گے مگر ان کو بارہ کے ساتھ مشروط ماننا اس امر کا پتہ دے رہا ہے کہ وہ بارہ اپنے دور میں آگے
پیچھے ہوتے رہیں گے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ بادشاہ مدعی خلافت تو بارہ سے بہت زیادہ ہو چکے ہیں۔ لیکن
یہ اعتراض اس وقت ہو سکتا ہے جب خلیفہ سے مراد تمام والیان سلطنت اسلام ہوں اور یہ
باطل ہے، اس واسطے کہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حصر نہیں فرمایا کہ بارہ
ہی ہوں گے، حالانکہ احتمال قوی یہی ہے کہ بارہ خلیفہ سے مراد بارہ خلفاء عادل ہیں جو
قیامت تک ہوکر رہیں گے۔ اور سیاق حدیث مذکور سے دوسرا احتمال حق معلوم ہوتا ہے کہ
قیامت تک یہ بارہ خلیفہ عادل قریش سے پورے ہوں گے اور ممکن ہے کہ بارہ سے زیادہ
خلفاء عادل وغیر عادل بلا خصوصیت قریش بھی ہو جائیں۔

چنانچہ مسلم شریف کی جلد دوم کے صفحہ ۱۲۶ میں ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِیَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِیٌّ خَلَفَهُ نَبِیٌّ وَاِنَّهُ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَسَتَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَتَكْثُرُ قَالُوْا فَمَا تَامُرُنَا قَالَ فُوْا بِبَیْعَةِ الْاَوَّلِ فَالْاَوَّلِ الْاَوْلٰی فَالْاَوْلٰی وَاَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ بنی اسرائیل میں ایک نبی کے انتقال کے بعد فوراً پے در پے نبی ہوتے رہتے تھے، مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ البتہ! خلیفہ بہت ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا، پھر ہمیں کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو پہلے خلیفہ ہو جائے اس سے بیعت کرنا اور اس کا حق خلافت ادا کرنا، اللہ ان کو سمجھ لے گا۔ جیسا وہ تمہارے ساتھ معاملہ کریں گے۔ چنانچہ یہی حدیث اور اس کی ہم معنی دیگر احادیث بعض صحابۂ کرام کو ترک اطاعت یزید پلید سے ابتدا میں مانع تھیں۔ اور پھر بموجب حدیث صحیح لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ۔ اس کے افعال قبیحہ کا اتباع کرنے سے مجتنب تھے۔ جیسے کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مثل ان کے دیگر صحابۂ کبار۔

آخرش جب جان لیا کہ یزید قابل خلافت نہیں، اس سے جدا ہو گئے۔

الحاصل! بموجب احادیث مذکورہ آخر میں اولاد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں بروایت ابوداؤد صفحہ ۳۸۵ پر ایک حدیث مؤید مانحن فیہ ہے۔ وھو ھذا۔

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَهْدِیُّ مِنْ عِتْرَتِیْ مِنْ اَوْلَادِ فَاطِمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ مہدی میری اولاد اور ابناء فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوں گے۔ علاوہ اس کے ایک اور حدیث ہے۔ جو مشکوٰۃ شریف میں ہے، وہ بھی ملاحظہ ہو:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَذْهَبُ الدُّنْیَا حَتّٰی یَمْلِكَ الْعَرَبَ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ بَیْتِیْ یُوَاطِئُ اِسْمُهٗ اِسْمِیْ۔ رواہ الترمذی و ابوداؤد۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ لَّهٗ قَالَ لَوْ لَمْ یَبْقَ مِنَ الدُّنْیَا اِلَّا یَوْمٌ یُطَوِّلُ اللّٰهُ ذٰلِكَ الْیَوْمَ حَتّٰی یَبْعَثَ اللّٰهُ رَجُلًا مِّنِّیْ اَوْ مِنْ اَهْلِ بَیْتِیْ یُوَاطِئُ اِسْمُهٗ اِسْمِیْ وَاسْمُ اَبِیْهِ اِسْمَ اَبِیْ یَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّجَوْرًا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا فنا نہیں ہوگی جب تک کہ میری اولاد سے میرا ہم نام ایک شخص عرب کا مالک نہ ہو جائے۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر دنیا کا ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس دن کو دراز کر دے گا، یہاں تک کہ میری اولاد سے ایک شخص آئے جو میرے ہمنام ہو اور اس کا باپ میرے باپ کے ہمنام ہو۔ وہ روئے زمین کو ایسے عدل و انصاف سے بھر دے گا جیسی پہلے ظلم و جور سے مملو (بھری ہوئی) ہوگی۔

احادیث مذکورہ سے یہ امر بھی باحسن وجوہ واضح ہو گیا کہ بارہ خلفاء کا اولاد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہونا ضروری نہیں، بلکہ مطلقاً قریشی ہونا ضروری ہے اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضرت امام مہدی علیہ الرحمۃ کا (جو بزعم شیعہ بارہویں امام ہیں اور وہ بلا فصل پیدا ہو چکے۔ صرف امام مہدی ایک باقی ہیں۔ جو خوف خوارج سے سر من رائے میں مصحف علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم لئے ہوئے ہیں) اولاد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہونا بالاتفاق ضروری ہے۔

لہذا بارہ امام اس حدیث کے مصداق نہیں ہو سکتے جس میں بارہ خلفاء کا قریش سے ہونا بتایا گیا ہے۔ حالانکہ ان میں سے کسی کی خلافت پر باتفاق مؤرخین اہل حل وعقد کا اتفاق نہیں ہوا، کہ ان کو شرعاً خلیفہ کہہ سکیں۔ البتہ! ان کے مقتداء اور اولیاء ہونے میں کسی کو کلام نہیں، بلکہ بنی امیہ اور عباسیوں میں جو عادل اور صالح خلیفہ تھے وہ بھی ان کی تعظیم

وتکریم بلحاظ کمال علم وقرابت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرتے تھے اور جو ظالم بادشاہ تھے، وہ بطمع نفسانی مخالف اہلِ بیت رہے۔ گوتمام سچے مسلمان ان سے اور ان کے افعال سے بیزار تھے مگر کوئی مسلمان ان کی اطاعت سے دست بردار نہیں ہوا، اس واسطے کہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بار بار بتکرار ہر امیر اسلام کی اطاعت پر زور دیا، عام اس سے کہ وہ عادل ہو یا فاسق۔ فاجر ہو یا جابر۔

چنانچہ مسلم شریف کے صفحہ نمبر ۱۲۹ میں ہے۔

عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِکٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ قَالَ خِیَارُ اَئِمَّتِکُمُ الَّذِیْنَ تُحِبُّوْنَہُمْ وَیُحِبُّوْنَکُمْ وَیُصَلُّوْنَ عَلَیْکُمْ وَتُصَلُّوْنَ عَلَیْہِمْ وَشِرَارُ اَئِمَّتِکُمُ الَّذِیْنَ تُبْغِضُوْنَہُمْ وَیُبْغِضُوْنَکُمْ وَتَلْعَنُوْنَہُمْ وَیَلْعَنُوْنَکُمْ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَفَلَا نُنَابِذُہُمْ بِالسَّیْفِ فَقَالَ لَامَا اَقَامُوْا فِیْکُمُ الصَّلٰوۃَ وَاِذَا رَاَیْتُمْ مِّنْ وُّلَاتِکُمْ شَیْئًا تَکْرَہُوْنَہٗ فَاکْرَہُوْا عَمَلَہٗ وَلَا تَنْزِعُوْا یَدًا مِّنْ اِطَاعَتِہٖ۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ حضور نے فرمایا: تمہارے بہتر امام وہ ہیں جن کو تم محبوب رکھو اور وہ تمہیں محبوب رکھیں۔ تم ان کے واسطے دعاءِ رحمت کرو اور وہ تمہارے لئے، اور بدتر امام وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے رنجیدہ رہیں اور وہ تم پر لعنت کریں اور تم ان پر۔ عرض کیا، حضور کیا ہم انہیں قتل نہ کردیں۔ فرمایا: نہیں جب تک وہ تم میں نماز قائم کریں اور جب ان سے کوئی منکر فعل دیکھو تو ان سے مجتنب رہو، مگر ان کی اطاعت ترک نہ کرنا۔

یہی سبب ہے کہ فقہاء محققین ظالم جابر بادشاہوں کی تقلید قضا، تولیت، امامت جمعہ، عیدین، جماعت وغیرہ کو جائز رکھتے ہیں اور ان کے افعال قبیحہ سے مجتنب رہنے کو واجب سمجھتے ہیں۔

مختصر یہ کہ جب احادیث صحیحہ سے یہ امر ثابت ہوگیا کہ خلافت علیٰ منہاج النبوت کے انقطاع کے بعد بھی شاہانِ جائز وظالم کچھ دیر بعد ہوں گے، اور ملک عضوض اور خلافت علیٰ منہاج النبوت کے مابین خلافت مطلقہ ہوگی، اور خلفاء دوازدہ ملوک عضوض سے بہتر اور

ممتاز ہوں گے اور خلافت علیٰ منہاج النبوت سے درجہ میں ادنیٰ۔ تو اب اس امر کا سمجھ لینا بھی ضروری ہے کہ حضرت ابوسفیان اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے ہمراہی اصحاب کرام کے متعلق ہمیں کیا خیال رکھنا چاہیے؟ اس کی مفصل مگر مختصر تحقیق نذرِ ناظرین ہے۔ بنظر انصاف دیکھیں اور کسی صحابی کی شان میں بے سوچے سمجھے بدزبانی سے باز رہیں۔ وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِیْنُ۔

حضرت ابوسفیان اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان میں بدزبانی سے بچیں

حضرت ابوسفیان اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کی جماعت والے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لائے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے کفار لعین کے مقابلہ میں آئے اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کاتب وحی بھی رہے اور حضرت ابوسفیان کو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امیر المومنین بھی فرمایا اور ان کی صاحبزادی کو اپنے عقد میں قبول فرما کر شرفِ قرابت سے نوازا اور ان کا ارتداد (معاذ اللہ) صراحۃً کہیں ثابت نہیں اور دیگر منافقین کی طرح ان کو کبھی منافق بھی نہیں بتایا گیا اور نہ کوئی ثابت کرسکتا ہے، بلکہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں فرمایا: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا وَّمَھْدِیًّا۔

پھر بعد وفات سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور فتح مکہ معظمہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جہاد میں جانا اور بموجب پیشینگوئی اس جہاد میں حضرت اُمِ حرام بنت ملحان کا شہید ہونا بخاری شریف جلد اول کے صفحہ ۳۹۳ پر اظہر من الشمس ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ عَنْ خَالَتِہٖ اُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ قَالَتْ نَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا قَرِیْبًا مِّنِّیْ ثُمَّ اسْتَیْقَظَ یَتَبَسَّمُ فَقُلْتُ مَا اَضْحَکَکَ

ل اُنَاسٌ مِّنْ اُمَّتِیْ عُرِضُوْا عَلَیَّ یَرْکَبُوْنَ ھٰذَا الْبَحْرَ الْاَخْضَرَ کَالْمُلُوْکِ عَلٰی
لْاَسِرَّۃِ قَالَتْ فَادْعُ اللّٰہَ اَنْ یَّجْعَلَنِیْ مِنْھُمْ فَدَعَا لَھَا ثُمَّ قَامَ الثَّانِیَۃَ فَفَعَلَ مِثْلَھَا
قَالَتْ مِثْلَ قَوْلِھَا فَاَجَابَھَا فَقَالَتْ اُدْعُ اللّٰہَ اَنْ یَّجْعَلَنِیْ مِنْھُمْ فَقَالَ اَنْتِ مِنَ
وَّلِیْنَ فَخَرَجَتْ مَعَ زَوْجِھَا عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ غَازِیًا اَوَّلَ مَارَکِبَ
مُسْلِمُوْنَ الْبَحْرَ مَعَ مُعَاوِیَۃَ فَلَمَّا انْصَرَفُوْا مِنْ غَزْوِھِمْ قَافِلِیْنَ فَنَزَلُوا الشَّامَ
رِبَتْ اِلَیْھَا دَابَّۃٌ لِّتَرْکَبَھَا فَصَرَعَتْھَا فَمَاتَتْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا۔

(ترجمہ): حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خالہ اُمِ حرام بنت ملحان
ی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت فرماتے ہیں کہ میری خالہ فرماتی ہیں کہ ایک دن مجھ سے کچھ
ریب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ تعالیٰ وسلم سو گئے اور پھر ہنستے ہوئے جاگے، میں نے
ض کیا حضور! ہنسنے کا باعث کیا ہے؟ فرمایا: بہت سے آدمی میری امت سے مجھ پر پیش کیے
ئے کہ وہ اس بحر اخضر پر سوار ہو کر جا رہے ہیں، جیسے بادشاہ تختوں پر ہوں، حضرت ام حرام
ماتی ہیں، میں نے عرض کی، حضور! دعا کیجئے کہ اللہ مجھے ان سے کرے، حضور صلی اللہ تعالیٰ
یہ تعالیٰ وسلم نے دعا کی، پھر سو گئے اور اسی طرح ہنستے ہوئے اٹھے، پھر حضرت اُمِ حرام نے
ی سوال کیا اور آپ نے وہی جواب دیا، پھر حضرت اُمِ حرام نے عرض کی کہ دعا کیجئے
ند تعالیٰ مجھے ان میں سے کرے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم تو پہلے غازیوں میں
چکیں، چنانچہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مسلمان اول مرتبہ جہاد
رنے کو بحر اخضر پر چلے، حضرت ام حرام بھی اس جہاد میں اپنے خاوند حضرت عبادہ ابن
سامت کے ساتھ تشریف لے گئیں، جب جہاد سے واپس لوٹے اور شام میں اقامت کی
حضرت ام حرام کی طرف ان کی سواری کا جانور، جب ان کی سواری کیلئے قریب کیا تو اس
نور نے آپ کو گرا دیا اور اسی صدمہ سے وفات پائی اور بموجب ارشاد حضور صلی اللہ تعالیٰ
یہ وسلم داخل زمرۂ شہداء میں ہوئیں۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد فتح مکہ
اد بھی کیا اور اپنے مال کو اللہ کے راستہ میں خرچ بھی کیا اور ان کا جہاد شرعاً بموجب آیۂ

کریمہ" مِنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَ کُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی "عنداللہ
مقبول تھا۔ جس کی خبر حضور صلی اللہ علیہ تعالیٰ وسلم نے حضرت اُمِ حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو
پہلے دیدی تھی اور اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جہاد معتبر نہ مانا جائے تو حضرت
اُمِ حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شہادت غیر معتبر رہے گی۔ علاوہ بریں (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کی پیشین گوئی)۔

اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ میں یہ حدیث صحیح مسلم شریف
(۳۰۴/۲) میں وارد ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا کَانَ الْمُسْلِمُوْنَ لَا یَنْظُرُوْنَ اِلٰی اَبِیْ
سُفْیَانَ وَلَا یُقَاعِدُوْنَہٗ فَقَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ ثَلَاثٌ
اَعْطِنِیْھِنَّ قَالَ نَعَمْ قَالَ عِنْدِیْ اَحْسَنُ الْعَرَبِ وَاَجْمَلُہٗ اُمُّ حَبِیْبَۃَ بِنْتُ اَبِیْ
سُفْیَانَ اُزَوِّجُکَھَا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَمُعَاوِیَۃُ تَجْعَلُہٗ کَاتِبًا بَیْنَ یَدَیْکَ قَالَ نَعَمْ
وَتُؤَمِّرُنِیْ حَتّٰی اُقَاتِلَ الْکُفَّارَ کَمَا کُنْتُ اُقَاتِلُ الْمُسْلِمِیْنَ قَالَ نَعَمْ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ بعد اسلام ابوسفیان
سے تمام مسلمان حضرت ابوسفیان سے بوجہ ان معاملات کے جو حالتِ کفر میں سرزد ہوئے
تھے، کنارہ کش رہتے تھے۔ لہذا ابوسفیان نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض
کیا: کہ تین گزارشیں ہیں جو پیش کرتا ہوں: فرمایا: اچھا کہو! عرض کی میرے پاس میری لڑکی
اجمل نساء عرب سے ہے، اسے اپنے عقد میں قبول فرمالیں۔ فرمایا: اچھا اور عرض کیا، میرے
بیٹے معاویہ کو کاتب وحی مقرر فرمالیں۔ فرمایا: اچھا! اور عرض کیا کہ مجھ کو امیر لشکر بنادیں، تا کہ
جس طرح مسلمانوں کے مقابلہ میں مقاتلہ کیا تھا، اسی طرح کفار سے مقاتلہ کروں۔ آپ
نے تینوں باتیں منظور فرمائیں۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں: فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰھُمَا الْاٰیَۃ سے واضح کر دیا گیا،
کہ باغی داخل زمرۂ مؤمنین رہتا ہے اور دونوں باہم لڑنے والے مومن۔ یعنی مومن باغی
اور غیر باغی مصداق اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ ہی کہلائیں گے۔ یہی سبب ہے کہ حضرت علی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی مخالفت کے وقت '' اِخوانُنا بَغَوا عَلَینا '' ہی فرمایا، یعنی ہمارے بھائی ہم سے منحرف ہو گئے اور ظاہر ہے کہ صحابی بالاتفاق وہی ہو سکتا ہے جس نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایمان کے ساتھ دیکھا ہو اور پھر ایمان پر قائم رہا ہو۔

پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ آزاد صاحب صحابۂ کرام کے فضائل میں ایک جگہ '' ھُم جُلَساءُ الرَّحمٰنِ لَایَشقٰی جَلِیسُھُم '' بھی کہہ گئے ہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں جی بھر کے جو کچھ چاہا، برا بھلا بھی لکھ گئے اور محدثین کرام کا بھی اس امر پر اتفاق ہے '' اَلصَّحابَۃُ کُلُّھُم عُدُول '' اور بایں ہمہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی طرح کوئی بھی محقق نص قطعی کے ساتھ زمرۂ صحابہ سے خارج نہیں کر سکتا۔

اب رہیں بعض آحاد روایتیں اور تاریخی خبریں جو نصوص کے صریح مخالف ہیں، ان پر اعتبار کر کے حضرت ابوسفیان اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان میں آزاد صاحب ہی کی ہمت ہے کہ انہیں فاسق و فاجر اور جو چاہیں وہ اتنا لکھ دیں کہ ایک کالم پُر ہو جائے۔ چنانچہ ۲۱/ رجمادی الثانیہ ۱۳۳۱ھ چہار شنبہ کے الہلال میں خوب لکھ لکھ کر کالم سیاہ کیا ہے۔ مگر انصاف ہوتا تو کم از کم لَایَستَوِی مِنکُم مَن اَنفَقَ مِن قَبلِ الفَتحِ وَقٰتَلَ اُولٰئِکَ اَعظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِینَ اَنفَقُوا مِن بَعدُ وَقٰتَلُوا وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الحُسنٰی کو دیکھتے جس کے صریح معنی ان دونوں جماعتوں کو بری کر کے ان کے لئے وعدۂ حسنٰی کی بشارت دے رہے ہیں۔ وہ دونوں جماعتیں وہی ہیں جن میں سے ایک نے قبل فتح مکہ مقاتلہ کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جان واری، یہ حضرت علی اور ان کی جماعت والے ہیں۔ دوسری وہ جو بعد فتح مکہ شرف اسلام سے مشرف ہوئی اور جان نثار کی۔ یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ہمراہی ہیں۔

پھر دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

ھٰذا کِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِیًّا لِّیُنذِرَ الَّذِینَ ظَلَمُوا وَبُشرٰی لِلمُحسِنِینَ اِنَّ الَّذِینَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ استَقَامُوا فَلَا خَوفٌ عَلَیھِم وَلَا ھُم

یَحزَنُونَ۔ اُولٰئِکَ اَصحٰبُ الجَنَّۃِ خٰلِدِینَ فِیھَا جَزَآءً بِمَا کَانُوا یَعمَلُونَ۔

یعنی یہی کتاب تصدیق کرنے والی زبان عربی میں ہے تاکہ ڈراوے ظالموں کو اور خوشخبری دے پرہیزگاروں کو۔ بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر استقامت کی۔ انہیں نہ خوف ہے نہ وہ غمگین ہوں گے، یہی ہیں جنت والے ہمیشہ رہیں گے اس میں بعوض اپنی نیکی کے۔

کیا اس کے مصداق حضرت امیر معاویہ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نہیں ہو سکتے، اور پھر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی نہیں، بلکہ بالخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق فقہاء صحابہ کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ لوگوں کو ان کی ادنیٰ شکایت سے منع کرتے اور انہیں فقہاء صحابہ میں شمار کرتے تھے۔ چنانچہ مناقب صحابہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی بخاری شریف میں نقل فرماتے ہیں:

عَن اَبِی مُلَیکَۃَ قَالَ اَوتَرَ مُعَاوِیَۃُ بَعدَ العِشَاءِ بِرَکعَۃٍ وَعِندَہٗ مَولًی لِابنِ عَبَّاسٍ فَاَتَی ابنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ دَعہُ فَاِنَّہٗ قَد صَحِبَ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابوملیکہ سے مروی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد عشاء حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے آزاد شدہ غلام کے سامنے ایک رکعت وتر ادا کی، انہوں نے سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کا تذکرہ کیا۔ تو آپ نے فرمایا: انہیں چھوڑ دو۔ وہ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ ہیں۔

پھر دوسری سند سے نقل کرتے ہیں:

قِیلَ لِابنِ عَبَّاسٍ ھَل لَّکَ فِی اَمِیرِ المُؤمِنِینَ مُعَاوِیَۃَ فَاِنَّہٗ مَا اَوتَرَ اِلَّا بِوَاحِدَۃٍ قَالَ اَصَابَ فَاِنَّہٗ فَقِیہٌ۔

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے جلیل القدر فقیہ صحابی حضرت امیر کو صحابی اور مجتہد مان کر ان پر اتنا اعتراض بھی روا نہیں رکھتے۔ پھر کس طرح یہ جرأت ہو سکتی ہے کہ بعض اقوال مؤرخین کی بنا پر ہم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں کچھ

لب کشائی کریں۔ اصل یہ ہے کہ اصول اسلام چار ہیں۔ قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس۔ ان میں سے قرآن وحدیث تو وہ دو اصل ہیں جن کے حجت ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔ بلکہ حدیث میں بھی باعتبار سند اگرچہ ایک فرقہ کو دوسرے پر گنجائش کلام ہے، مگر قرآن مجید میں تو کوئی کلام کر ہی نہیں سکتا۔

پھر قرآن مجید کی صریح آیت "یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ" اور "اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ" اور "رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ" بلا استثناء تمام صحابۂ کرام کی تعریف میں ہیں۔ اور "ھُمْ جُلَسَآءُ الرَّحْمٰنِ لَایَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ" کو آزاد صاحب خود مانتے ہیں۔ کہ صحابۂ کرام جلساء رحمان ہیں اور اچھوں کا جلیس بد بخت نہیں ہوتا۔ پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہ معلوم کیا عناد ہے؟ جو ان کو اس اصول سے خارج سمجھا گیا۔ اور

اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَاتَتَّخِذُوْھُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّھُمْ وَمَنْ اَبْغَضَھُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَھُمْ۔

حدیث صحیح ہے۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ ڈرو اللہ سے میرے اصحاب کے معاملہ میں۔ انہیں تم نشانہ ملامت نہ بنانا، میرے بعد ان کی محبت میری محبت ہے اور ان سے بغض مجھ سے بغض کرنا ہے۔

پھر آزاد صاحب بموجب احادیث صحیحہ یہ بھی مان رہے ہیں کہ بعض لوگ صحابۂ کرام کی بعض لغزشوں کی گرفت کریں گے۔ لہذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ تم اُن سے میرے صحبت یافتہ ہونے کی وجہ سے محبت رکھنا اور ہدف سہام ملامت نہ بنانا، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاتَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ، لَاتَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْاَنَّ اَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَھَبًا مَا اَدْرَکَ مُدَّ اَحَدِھِمْ وَلَانَصِیْفَہٗ۔

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ گالی دو میرے اصحاب کو، نہ گالی دو میرے اصحاب کو۔ قسم ہے اس ذات مقدس کی جس کے ید قدرت میں میری جان ہے! اگر تم اُحُد

پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرو تو میرے صحابہ کے ایک مد یا آدھے مُد خرچ کرنے کے برابر نہیں ہوسکتا۔

دوسری حدیث میں ہے، صحیح مسلم صفحہ ۳۱۰ جلد دوم:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ کَانَ بَیْنَ خَالِدِبْنِ الْوَلِیْدِ وَبَیْنَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ شَیْءٌ فَسَبَّہٗ خَالِدٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاتَسُبُّوْا اَحَدًا مِنْ اَصْحَابِیْ فَاِنَّ اَحَدَکُمْ لَوْاَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَھَبًا مَا اَدْرَکَ مُدَّ اَحَدِھِمْ وَلَانَصِیْفَہٗ۔ جو پہلی حدیث کے قریب قریب ہم معنی ہے۔

بناءً علیہ علامہ امام نووی شارح مسلم شریف فرماتے ہیں:

وَاعْلَمْ اَنَّ سَبَّ الصَّحَابَۃِ حَرَامٌ مِنْ فَوَاحِشِ الْمُحَرَّمَاتِ سَوَاءٌ مَنْ لَابَسَ الْفِتَنَ مِنْھُمْ وَغَیْرُہٗ لِاَنَّھُمْ مُجْتَھِدُوْنَ فِیْ تِلْکَ الْحُرُوْبِ وَمُتَاَوِّلُوْنَ کَمَا اَوْضَحْنَاہُ فِیْ اَوَّلِ فَضَائِلِ الصَّحَابَۃِ۔

جان لو کہ صحابۂ کرام کو برا کہنا حرام ہے۔ فحش ترین محرمات سے ہے، خواہ وہ باہمی لڑائی کے فتنوں میں شریک ہوئے ہوں۔ اس لئے کہ یہ لڑائی بمقتضاء ان کے اپنے اجتہاد کے تھی۔

سبِّ صحابہ حرام ہے

جب احادیث مذکورہ سے صراحۃً ثابت ہوگیا کہ پھر کس قدر بے انصافی اور کج فہمی ہے کہ احادیث وآیات قرآن کے مقابلہ میں محض تاریخ کا اتباع کر کے جو مدتوں بعد مختلف فرقۂ ضالہ روافض وخوارج وغیرہ کے ہاتھ میں رہ کر پھلیں، سبِّ صحابہ اور توہین معاویہ کو جائز رکھا جائے؟ کیا کوئی یہ اصول ثابت کرسکتا ہے کہ قرآن وحدیث صحیح کے مقابلہ میں کبھی کسی طرح خبر تاریخ ترجیح پاسکتی ہے؟

چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے آیۂ مذکورہ "لَایَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ" سے تمسک فرماتے ہوئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خاطی فی الاجتہاد اور مستحق ایک اجر کا مانا ہے اور اسی بنا پر تمام محدثین بلا استثناء "وَالصَّحَابَۃُ

ـلُهُمْ عَـدُوْلٌ'' یعنی صحابہ تمام عادل ہیں، مان رہے ہیں۔اور بوقت جرح وتعدیل بھی
سی صحابی کے متعلق عدل وفسق کی نسبت کلام نہیں کرتے۔

ہاں! اتنا ضرور ہے کہ حدیث متفق علیہ صحاح ستہ وغیرہ کتب حدیث سے حضرت
یر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس جماعت پر سردار ہونا ثابت ہوتا ہے جس کو فضل حضرت
ار رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جماعت باغیہ اورداعی الی النار فرمایا، مگر اس جماعت میں تو
ضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے بڑے بڑے اکابر صحابہ عشرہ مبشرہ بھی موجود تھے،
روہ اس جماعت سے مستثنیٰ مانے جاتے ہیں تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی
ف ملامت بنانے سے زبان روکنی پڑے گی۔اس لئے کہ ان کے فضائل میں بھی بہت سی
وایات صحیحہ موجود ہیں۔

چنانچہ سیرۃ حلبی میں ہے:

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ سُفْيَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لَمَّا كَانَ عَامُ الْحُدَيْبِيَةِ وَقَعَ
لْاِسْلَامُ فِیْ قَلْبِیْ فَذَكَرْتُ ذَالِکَ لِاُمِّیْ فَقَالَتْ اِيَّاکَ اَنْ تُخَالِفَ اَبَاکَ
يَقْطَعُ عَنْکَ الْقُوْتَ فَاَسْلَمْتُ وَاَخْفَيْتُ اِسْلَامِیْ فَقَالَ لِیْ يَوْمًا اَبُوْسُفْيَانَ
كَاَنَّهٗ شَعُرَ اِسْلَامِیْ وَاَخُوْکَ خَيْرٌ مِّنْکَ وَهُوَ عَلٰی دِيْنِیْ فَلَمَّا كَانَ عَامُ الْفَتْحِ
ظْهَرْتُ اِسْلَامِیْ فَلَقِيْتُهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَحَّبَنِیْ وَكَتَبْتُ لَهٗ اَیْ بَعْدَاِنْ
سْتَشَارَهٗ فِيْهِ جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ اسْتَكْتِبْهُ فَاِنَّهٗ اَمِيْنٌ" وَاَرْدَفَهُ النَّبِیُّ
صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا خَلْفَهٗ فَقَالَ مَا يَلِيْنِیْ مِنْکَ قُلْتُ بَطْنِیْ قَالَ اَللّٰهُمَّ
مْلَاهُ عِلْمًا وَحِلْمًا۔

وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی
للّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُعَاوِيَةَ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ زَادَفِیْ
وَايَةٍ وَمَكِّنْ لَهٗ فِی الْبِلَادِ۔

وَعَنْ بَعْضِ الصَّحَابَةِ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْ

لِمُعَاوِيَةَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا وَّمَهْدِيًّا وَّاهْدِهٖ وَاهْدِبِهٖ وَلَا تُعَذِّبْهُ۔

یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جس سال مقام حدیبیہ تک
حضور بغرض اداء عمرہ تشریف لائے تھے۔دل سے تو میں مسلمان ہو چکا تھا لیکن جب میں
نے یہ حال اپنی والدہ سے کہا تو انہوں نے مجھے ڈرایا اور کہا، خبردار! ایسا خیال نہ کر، ورنہ
تیرا باپ اس مخالفت پر تیرا کھانا بند کردے گا، میں نے اسلام خفیہ رکھا لیکن ابوسفیان قرینہ
سے تاڑ گئے اور مجھ سے کہنے لگے، تیرا بھائی تجھ سے اچھا ہے کہ وہ میرے دین پر ہے،
آخرش، بعد فتح مکہ اپنا اسلام ظاہر کر کے حضور سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں
حاضر ہوا، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے مرحبا کہا اور جبرائیل امین علیہ السلام سے
مشورہ فرما کر مجھے اپنا کاتب مقرر فرمایا۔ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرکب پر
پیچھے سوار تھا کہ حضور نے فرمایا: تیرا کون سا عضو میرے قریب ہے، میں نے عرض کیا پیٹ
ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ! اس کے پیٹ کو علم وحلم سے پُر کردے۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کو معاویہ کیلئے یہ دعا کرتے سنا۔اے اللہ! معاویہ کو کتاب وحساب سکھادے اور
عذاب سے محفوظ رکھ اور شہروں پر قدرت عطا فرما۔

اور بعض صحابہ سے مروی ہے کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معاویہ رضی اللہ
عنہ کیلئے یہ دعا کرتے سنا، اے اللہ! معاویہ کو ہدایت یافتہ رکھ او۔ہدایت کرنے والا بنا اور
اسے عذاب سے محفوظ رکھ۔

اور صحیح مسلم شریف میں تو یوں بھی ہے۔ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں:

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا لِّمُعَاوِيَةَ يَامُعَاوِيَةُ
اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ وَتُزَاحِمُنِیْ عَلٰی بَابِ الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ وَاَشَارَ بِاِصْبَعَيْهِ
الْوُسْطٰی وَالَّتِیْ تَلِيْهَا، تُذْكَرُ اَنَّهٗ كَانَ عِنْدَهٗ قَمِيْصُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَاِزَارُهٗ وَرِدَائُهٗ وَشَيْئٌ مِّنْ شَعْرِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عِنْدَ مَوْتِهٖ
كَفِّنُوْنِیْ فِی الْقَمِيْصِ وَاَدْرِجُوْنِیْ فِی الرِّدَاءِ وَ اَزِّرُوْنِیْ بِالْاِزَارِ وَاحْشُوْ

مُنخِرِیْ وَشِدْقِیْ مِنَ الشَّعرِ وَخَلُّوْا بَیْنِیْ وَبَیْنَ اَرْحَمِ الرَّاحِمِیْنَ وَقَدْ قَالَ لَہٗ
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَامُعَاوِیَۃُ اِذَا مَلَکْتَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِیْ شَیْئًا فَاتَّقِ
اللّٰہَ وَاعْدِلْ۔

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
فرمایا: تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے —— اور ضرور ملے گا تو مجھ سے دروازۂ جنت پر مثل
ان دو انگلیوں کے اور آپ نے کلمہ اور بڑی انگلی سے اشارہ فرمایا۔ اور ایک روایت میں ہے
کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قمیص مبارک
اور چادر اقدس اور تہبند شریف اور موئے مبارک تھے، چنانچہ آپ نے بوقت انتقال وصیت
فرمائی کہ مجھے اس قمیص مبارک میں کفنا کر، تہبند شریف باندھ دینا اور رداء مبارک میں لپیٹ
دینا اور میرے نتھنوں اور منہ میں موئے مبارک لگا کر ارحم الراحمین کے سپرد کر دینا اور حضور
سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاویہ! جب تو میری امت پر حاکم ہو تو
خدا کا خوف کرنا اور عدل کرنا۔

بنابریں صاف ظاہر ہے کہ جس طرح حضرت طلحہ و زبیر اس لفظ باغیہ اور داعی الی
النار سے مستثنیٰ ہیں۔ اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بری ہیں۔ اور اسکے
مصداق وہی جماعت مفسدہ ہے جو علاوہ صحابہ کے دنیا طلبی کی وجہ سے شریک تھی۔ جو دل
سے حضرت مولا علی شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے دشمن تھے اور رہے۔

اور بفرض غلط اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بموجب حدیث مذکور
باغی ہی مان لیا جائے تو باتفاق فقہاء باغی کی شہادت مقبول ہوتی ہے اور فاسق کی غیر مقبول۔
اندریں صورت بھی شان معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فاسق فاجر کا لفظ کسی طرح جائز نہیں
ہوسکتا۔ چنانچہ قرآن مجید اس دعوے کا مؤید ہے، بعد بیان صفات اہل ایمان ارشاد ہے:

وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّہَ اِلَیْکُمُ
الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الرَّاشِدُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَنِعْمَۃً
وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ۝ وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَہُمَا فَاِنْ

بَغَتْ اِحْدٰہُمَا عَلَی الْاُخْرٰی فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰہِ فَاِنْ
فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَہُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ۔ اِنَّمَا
الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ۔

ترجمہ: لیکن اللہ نے تمہیں ایمان پیارا کر دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں
آراستہ کر دیا اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی، ایسے ہی لوگ راہ پر ہیں۔
اللہ کا فضل اور احسان اور اللہ علم و حکمت والا ہے اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں
تو ان میں صلح کرا دو، پھر اگر ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی والے سے لڑو یہاں
تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے تو انصاف کے ساتھ ان میں اصلاح کرا دو۔ اور
عدل کرو بے شک عدل والے اللہ کو پیارے ہیں۔ مسلمان مسلمان بھائی ہیں تو اپنے
بھائیوں میں صلح کرو اور اللہ سے ڈرو کہ تم پر رحمت ہو۔

اس آیت کی تلاوت کے بعد ترجمہ سمجھ کر ناظرین فیصلہ کریں، کہ کیا معاذ اللہ!
اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ حضرت علی و معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قلبی حالات سے اس وقت بے خبر
تھا۔ اگر کہئے کہ بے خبر تھا تو معاملۂ اسلام ہی ختم ہے اور اگر کہئے کہ بے شک وہ تمام قلوب کا
جاننے والا ہے تو لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ ضرور اس جھگڑے میں کوئی خاص مصلحت تھی جس کو
خدا جانتا ہے یا خدا والے۔ ورنہ اگر خدا چاہتا تو ان جھگڑوں کو روک دیتا، مگر اس واقعہ کی خبر
تو حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل از وقوع فرما چکے تھے۔

بخاری شریف میں ہے:

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاتَقُوْمُ
السَّاعَۃُ حَتّٰی تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ دَعْوَاہُمَا وَاحِدَۃٌ"۔

علامہ عینی شرح ہذا میں فرماتے ہیں۔ قَوْلُہٗ فِئَتَانِ اَیْ جَمَاعَتَانِ وَہُمَا فِئَۃُ عَلِیٍّ
وَفِئَۃُ مُعَاوِیَۃَ ابْنِ اَبِیْ سُفْیَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا وَقَوْلُہٗ دَعْوَاہُمَا وَاحِدَۃٌ "اَلْمُرَادُ
بِالدَّعْوٰی اَلْاِسْلَامُ عَلَی الْقَوْلِ الرَّاجِحِ وَقِیْلَ اَلْمُرَادُ اِعْتِقَادُ کُلٍّ مِّنْہُمَا اَنَّہٗ عَلَی
الْحَقِّ وَصَاحِبُہٗ عَلَی الْبَاطِلِ بِحَسْبِ اجْتِہَادِ ہِمَا وَفِیْہِ مُعْجِزَۃٌ "لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ الدَّاوُدِيُّ هَاتَانِ الْفِئَتَانِ هُمَا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ اَصْحٰبُ الْجَمَلِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ دو ایسی جماعتیں قتل وقتال کریں جن کا دعویٰ ایک ہوگا۔ (یعنی دونوں مسلمان ہوں گے) علامہ عینی بقول راجح فرماتے ہیں: ان دونوں جماعتوں سے مراد جماعت علی اور جماعت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہے اور بعض کا قول ہے کہ: "دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ" سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک اپنی حقانیت کا بموجب اپنے اپنے اجتہاد کے دعویدار ہو، اور اس پیشینگوئی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ ہے، داؤدی فرماتے ہیں کہ ان شاء اللہ دو فریق سے مراد حدیث میں اصحاب جمل ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آیۃ وَاِنْ طَائِفَتَانِ میں فرمادیا کہ یہ لڑنے والے بربنا نفسانیت نہیں ہوسکتے، بلکہ مومن ہوں گے اور ایمان کو دوست رکھنے والے اور فسق وفجور سے متنفر اور محض اجتہادی خطا سے لڑیں گے، لہذا ان میں صلح کرادو۔ اور جب وہ حکم خدا کی طرف پھر آئے تو دونوں میں عدل کے ساتھ انصاف کرو اور اللہ منصفوں کو محبوب رکھتا ہے اور مومن مومن بھائی بھائی ہیں۔ یہی سبب تھا کہ حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے مقدس صحابی فضائل امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھ کر ان کے ساتھ ہوگئے اور حضرت معاویہ جیسے خداترس صحابی حدیث اِذَا مَلَکْتَ فَاتَّقِ اللّٰہ پر خیال کرکے طالب خلافت ہوگئے اور اپنی خطاء اجتہادی کے سبب سے حضرت شیر خدا سے لڑنے کھڑے ہوگئے اور حضرت عمار بن یاسر جیسے صحابی احادیث فضائل سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھ کر اور ان کی اجتہادی قوت کو مدنظر رکھ کر ان کے ساتھ ہوکر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ کو تیار ہوگئے۔ اور میں بھی اپنے دل سے جب (رائے دریافت) استمزاج کرتا ہوں، تو اسی نتیجہ پر پہنچتا ہوں کہ اگر میں اس وقت ہوتا تو حضرت مولا علی شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ساتھ ہوتا اور ایک تیسری جماعت صحابہ تھی جو دونوں کی صحابیت وحقانیت پر نظر ڈالتے ہوئے مضطرب ہوکر گوشہ نشین ہوگئے۔

پھر فیصلہ بھی اس شان سے ہوا

کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے جب امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کھڑے ہونے کی وجہ اس حدیث کو پایا تو بمقتضاء کمال حقانیت آپ نے فرمایا: کہ اگر ہم کو پہلے سے اس حدیث کا علم ہوتا تو ہم ہرگز نہ لڑتے۔ اور یہی حال حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظر آتا ہے کہ باوجود اس کے کہ مقابلے میں کھڑے ہیں، بظاہر جماعت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ سے پورا مقابلہ ٹھنا ہوا ہے مگر ایک شخص جماعت معاویہ کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جماعت کے ایک شخص کا سر لایا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

چنانچہ یہ مضمون ابوالفداء میں موجود ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر سے ایک شخص جرموز نامی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جماعت کا حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر لایا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ناراض ہوکر فرمایا: میں نے حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے: "قَاتِلُ الزُّبَیْرِ فِی النَّارِ" یہ حدیث مختلف سندوں سے مسند امام احمد بن حنبل، جلد اول کے صفحہ ۸۹ اور صفحہ ۱۰۲ میں موجود ہے اور لطف یہ کہ خود حضرت مولا علی شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ نے حضرت زبیر کی نماز جنازہ پڑھائی۔

اور پھر باوجود اس کے حضرت علی اور سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما برحق تھے، اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاطی فی الاجتہاد۔ مگر اس صلح کو بموجب حکم کلام اللہ حق معاویہ میں قبول فرماکر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس پیشین گوئی کو پورا کرکے دکھا دیا جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہزادہ عالم جناب امام حسن سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فرمایا تھا:

اِنَّ ابْنِی هٰذَا یَعْنِی الْحَسَنَ سَیِّدٌ" وَسَیُصْلِحُ اللّٰهُ تَعَالٰی بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ

بے شک یہ میرا بیٹا یعنی حسن سید ہے اور قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ بسبب اس کے

دو مومنوں کی جماعت میں صلح کرا دے گا۔

اور یہ امر بھی اظہر من الشمس ہے کہ بموجب پیشین گوئی سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ''اِذَا مَلَکْتَ یَامُعَاوِیَةُ اَمْرَ اُمَّتِیْ فَاتَّقِ اللّٰہَ وَاعْدِلْ ۔'' حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خلیفہ ہونا تو لابدی ہی تھا مگر امیر معاویہ کی خطا اجتہادی تھی تو صرف اتنی سی بات میں کہ بوجہ معمر ہو جانے کے قبل از وقت طالب خلافت ہو گئے اور باہم کچھ جنگ وجدال ہوا مگر نہ اتنا جتنا کہ بعض مورخوں نے عبارت آرائی کرنے کو رنگ کر دکھایا ہے۔ بلکہ اس لڑائی کو اگر نظر حق بیں سے دیکھا جائے تو باہم بطریق چشم نمائی تھی۔ اور نہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو جماعت معاویہ سے کسی کا قتل کرنا مقصود تھا، نہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جماعت علی کو قتل کرنا مد نظر۔ کَمَا ھُوَ ظَاھِرٌ مِّنَ الْاَحَادِیْثِ الْمَذْکُوْرَةِ

اور بخاری شریف جلد اول مطبوعہ مطبع احمدی میرٹھ کے صفحہ ۳۷۲ میں ایک مفصل حدیث ہے جو ہمارے دعویٰ کو بطریق واضح بیان کر رہی ہے۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ (یعنی) یَقُوْلُ اِسْتَقْبَلَ وَاللّٰہِ الْحَسَنَ بْنَ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مُعَاوِیَةُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بِکَتَائِبَ اَمْثَالِ الْجِبَالِ فَقَالَ عَمْرُوبْنُ الْعَاصِ اِنِّیْ لَاَرٰی کَتَائِبَ لَاتُوَلِّیْ حَتّٰی تَقْتُلَ اَقْرَانَھَا فَقَالَ مُعَاوِیَةُ وَکَانَ وَاللّٰہِ خَیْرَ الرَّجُلَیْنِ اَیْ عَمْرُو اِنْ قَتَلَ ھٰؤُلَاءِ ھٰؤُلَاءِ وَھٰؤُلَاءِ ھٰؤُلَاءِ مَنْ لِّیْ بِاُمُوْرِ النَّاسِ مَنْ لِّیْ بِنِسَائِھِمْ مَنْ لِّیْ بِضَیْعَتِھِمْ فَبَعَثَ اِلَیْہِ رَجُلَیْنِ مِنْ بَنِیْ عَبْدِ شَمْسٍ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ وَعَبْدَاللّٰہِ بْنَ عَامِرٍ فَقَالَ اِذْھَبَا اِلٰی ھٰذَا الرَّجُلِ فَاعْرِضَا عَلَیْہِ وَقُوْلَا لَہٗ وَاطْلُبَا اِلَیْہِ فَاَتَیَاہُ فَدَخَلَا عَلَیْہِ فَتَکَلَّمَا وَقَالَا لَہٗ وَطَلَبَا اِلَیْہِ فَقَالَ لَھُمَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اِنَّا بَنُوْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَدْ اَصَبْنَا مِنْ ھٰذَا الْمَالِ وَاِنَّ ھٰذِہِ الْاُمَّةَ قَدْ عَاثَتْ فِیْ دِمَائِھَا قَالَا فَاِنَّہٗ یَعْرِضُ عَلَیْکَ کَذَا وَکَذَا وَیَطْلُبُ اِلَیْکَ وَیَسْاَلُکَ قَالَ فَمَنْ لِّیْ بِھٰذَا قَالَا نَحْنُ لَکَ بِہٖ فَمَا سَاَلَھُمَا شَیْئًا اِلَّا قَالَا نَحْنُ لَکَ بِہٖ فَصَالَحَہٗ

قَالَ الْحَسَنُ وَلَقَدْ سَمِعْتُ اَبَابَکْرَةَ یَقُوْلُ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ اِلٰی جَنْبِہٖ وَھُوَ یُقْبِلُ عَلَی النَّاسِ مَرَّةً وَعَلَیْہِ اُخْرٰی وَیَقُوْلُ اِنَّ ابْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰہَ اَنْ یُّصْلِحَ بِہٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن بصری سے سنا، فرماتے تھے قسم ہے خدا کی! معاویہ مقابلہ میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جب بہت سارے لشکر مثل پہاڑوں کے لے آئے۔ عمرو بن العاص نے حضرت معاویہ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارے لشکر اتنے ہیں کہ اب تو جانب مخالف کا سر توڑے بغیر پیٹھ نہ پھیریں گے، یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو خدا کی قسم! عمرو بن عاص سے بہت بہتر تھے۔ فرمایا: اے عمرو! اگر انہوں نے اُن کو قتل کیا اور انہوں نے اِن کو قتل کیا تو کون میرے لئے ضامن ہوتا ہے لوگوں کے کاروبار سنبھالنے کا اور ان کی عورتوں کے انتظام کا اور ان کے بچوں کی پرورش کا؟ اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں دو آدمیوں کو بھیجا۔ جو قبیلہ قریش سے بنی عبد شمس کی شاخ سے تھے، جن میں سے ایک کا نام عبدالرحمن بن سمرہ اور دوسرا عبداللہ بن عامر تھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں کو فرمایا کہ تم دونوں اس مرد مبارک کی خدمت میں جاؤ اور میرا مدعا ان پر پیش کرو، اور ان سے بات کر کے خلافت کی درخواست کرو، لہٰذا وہ دونوں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں روانہ ہوئے اور دونوں نے کچھ باتیں حسب مصلحت کر کے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے طالب خلافت ہوئے۔ اس کے جواب میں ان دونوں سے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کہ ہم بنی عبدالمطلب ہیں اور اس مال سے حصہ ہم کو پہنچتا ہے اور یہ جماعت اپنے خونوں میں لوٹ رہی ہے، ان دونوں نے عرض کی، وہ آپ کے اوپر ایسے ایسے امور پیش کر رہے ہیں، (جس کا خلاصہ تاریخ الخلفاء سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ مجھ

کوامر خلافت سپرد کردو، تاکہ فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کے بعد میں امر خلافت پھر اخیر میں تمہارے ہی سپرد کردوں گا) اور وہ تو آپ سے بطیب خاطر مانگتے ہیں۔ حضرت امام حسن نے یہ سن کر فرمایا: کہ اس بات کا ضامن کون ہوتا ہے؟ ان دونوں نے کہا ہم اس کے علاوہ جو کچھ بھی شرائط تفویض خلافت کے، حضرت امام حسن نے پیش کئے، یہ دونوں اس کے جواب میں کہتے رہے، ہم اس کے ضامن ہیں۔ لہذا حضرت امام حسن نے حضرت امیر معاویہ سے صلح کر کے ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ صلح نتیجہ اس حدیث کا تھا جو میں نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی سے سنی تھی۔ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ منبر پر رونق افروز ہیں حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کے ایک جانب جلوہ فرما ہیں، کبھی آپ لوگوں کی طرف منہ کرتے ہیں اور کبھی حضرت امام حسن کی طرف اور فرماتے ہیں کہ تحقیق یہ میرا بیٹا سردار ہے اور بے شک اس کے ذریعہ سے اللہ دو بڑی جماعت کے مسلمانوں میں صلح کرائے گا۔

اب میں اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں

اور دعا کرتا ہوں اللہ جل وعلا وتبارک وتعالیٰ ہمیں خالص ومخلص محب اہل بیت بنائے اور جھوٹے دعویدارانِ محبت کے افعال واقوال واعتقاد سے محفوظ رکھے اور ہر صحابی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی محبت میں رکھ کر سب وشتم سے مجتنب رکھے۔ آمین ثم آمین بحرمة النبی الامین علیه وعلی آله واصحابه الصلاة والتسلیم۔

چونکہ منصف کیلئے یہ عجالہ کافی ہے اور ضدی سخن پرور کے لئے دفتر بھی ناکافی، اس لئے برادرانِ اسلام سے درخواست کرتا ہوں کہ بنظر انصاف اس کا مطالعہ کر کے اہل بیت کرام اور صحابہ کرام کے بارے میں اپنا عقیدہ درست کریں۔

یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل
ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام

اصدق الصادقیں سید المتقین
چشم و گوش وزارت پہ لاکھوں سلام

وہ عمر جس کے اعدا پہ شیدا سقد
اس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام

یعنی عثمان صاحب قمیص ہدیٰ
حلہ پوش شہادت پہ لاکھوں سلام

مرتضےٰ شیر حق اشجع الاشجعین
ساقی شروشریت پہ لاکھوں سلام

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت عاشقِ رسول شاہ احمد رضا محدث بریلوی